E:\Naqueeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\Naqueeb 04.12.2017.inp 07/04/39 12:26 & PAGE 1 (1,1)

:\Users\Rashid\Desktop\3
copy.jpg not found.

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا عبد المالک اثری
■ اگراب بھی نہ جاگے تو
■ سیرت نبوی کا مطالعہ
■ محسن انسانیتؐ غیر مسلم مشاہیر کی نظر میں
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت
■ فتنۂ ارتداد۔ ایک لمحۂ فکریہ

جلد نمبر 55/65 شمارہ نمبر 47 مورخہ ۱۴؍ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۴؍دسمبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

ظلم عظیم

بین السطور

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا، بقیہ جس گناہ کو وہ چاہے گا معاف کر دے گا، شرک ہے کیا؟ شرک اللہ کی ذات وصفات میں دوسرے کو شریک کرنا ہے، اللہ کے علاوہ کسی اور کے آگے جبین نیاز جھکانا ہے اور قادر مطلق کے علاوہ کسی اور کو کارساز حقیقی ماننا ہے، صوفیاء کرام کے یہاں کسی چیز کی نسبت ظاہری اسباب کی طرف کرنا بھی شرک خفی ہے، مثلا پیٹ میں تکلیف ہو رہی ہے تو یہ کہنا کہ کچی روٹی کھانے کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے، ان کے نزدیک توحید کے منافی ہے، کیوں کہ تکلیف بھی اللہ دیتا ہے اور دور بھی وہی کرتا ہے، دوائیاں اسباب کے درجہ میں بیماری دور کرنے کے لیے کھائی جاتی ہیں، لیکن ہم دوا کو شفا دینے والا نہیں کہہ سکتے، شفا دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ کی ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ شرک کو ظلم عظیم کیوں کہا گیا؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت بڑا غیور ہے، جب اس کی کٹ گیری اور گروپ کا دوسرا کوئی نہیں ہے تو بھلا دوسرے گروپ کے کسی کو خواہ وہ جیسا ہو، اللہ کے ساتھ کس طرح شریک کیا جا سکتا ہے، جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارا جسم دوسرے گروپ کے خون تک قبول کرنے کو تیار نہیں، اگر بغیر گروپ ملائے کسی کا خون جسم میں داخل کیا گیا تو آدمی کی جان جا سکتی ہے۔

اللہ کہتے ہیں کہ اس کائنات میں دو ہی گروپ ہے، ایک گروپ اللہ کا ہے، جو بے نیاز ہے، جسے کسی چیز کی حاجت نہیں، وہ نہ تو کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ سوتا ہے، نہ اسے ہوا کی ضرورت ہے اور نہ ہی حیات کی بقا کے لیے کسی اور چیز کی، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، مستغنی ہے، بقیہ ساری دنیا کے لوگ فقیر ہیں محتاج ہیں، ضرورت مند ہیں، اور ان ضرورتوں کی تکمیل کے لیے خالق کائنات کے دست نگر ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے، کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے (انسانوں کی طرح) کسی کو پیدا کیا اور اس کا ہمسر کوئی نہیں۔

جب اس کا ہمسر کوئی نہیں، گروپ کا کوئی نہیں، تو شرکت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے، اور جس طرح بغیر گروپ ملائے مریض کو خون چڑھا دیا جائے تو مریض کے مرنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو ایمان مر جاتا ہے، اس لیے اللہ اس جرم کو معاف کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

اللہ کی غیرت کے سامنے انسانوں کی حیثیت ہی کیا ہے، آپ کا چمڑا آپ کے بچے کو راس نہیں آتا ہے، آپریشن ہوتا ہے اور زخم جلد بھرنے کے لیے الگ سے چمڑہ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے، تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ مریض کے جسم کے دوسرے حصے سے چمڑہ کاٹ کر زخم پر لگایا جاتا ہے، اب کوئی باپ ڈاکٹر سے یہ کہے کہ میرے بچے کو تو ایک زخم پہلے ہی ہے، دوسرا زخم اس کو مت لگاؤ، چمڑے کی ضرورت ہے تو میرے جسم کا چمڑہ لے لو، تو ڈاکٹر کہے گا کہ تم اپنے دماغ کا علاج کراؤ، تمہارا چمڑہ تمہارے لڑکا کا جسم قبول نہیں کرے گا، اس لیے اسے دوسرا زخم لگانا ہی ہوگا، تاکہ پہلا زخم جلد بھر جائے، حالاں کہ دونوں کا ''ڈی ان اے'' ایک ہے اور سائنسی اعتبار سے ''جینٹک'' بھی ایک دوسرے کا مماثل ہے، لیکن اس کے باوجود چمڑہ دوسرے کے جسم کا کوئی جسم قبول نہیں کرتا۔

ایک مثال اور لیں، گردہ تبدیل کرنا ہو اور کوئی دوسرا آدمی گردہ عطیہ کرنے کو تیار ہو تو کیا بغیر خلیات اور ٹیشوز ملائے گردہ ٹرانسپلانٹ ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں، اس لیے کہ اگر ٹشوز اور خلیات نہیں ملے تو دوسرا گردہ بھی جسم میں جا کر معطل ہو جائے گا، اور بہت ممکن ہے کہ انفکشن کی وجہ سے جان کے لالے پڑ جائیں۔

جب ہمارا یہ حال ہے تو بھلا خدا کی غیرت کا کیا پوچھنا، اس لیے ہر وقت اور ہر سطح پر یہ خیال رہنا چاہیے کہ اللہ کا کوئی ہمسر نہیں ہے، اس کا گروپ بندوں کے گروپ سے بالکل الگ تھلگ ہے، جس میں کوئی دوسرا شریک ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے شرک جلی اور خفی دونوں سے پرہیز کرنا چاہیے، نہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا چاہیے اور نہ ہی اللہ کی صفات میں، اس لیے کہ اللہ جب تک نہ چاہے کسی سے کچھ نہیں ہوتا، کارساز مطلق وہی ہے جو ہماری ضرورت کی تکمیل کے لیے کافی ہے، جس نے اس نکتہ کو سمجھ لیا اور اس حقیقت کو پا لیا، اس کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی ہے اور جس نے اللہ کے علاوہ کسی کو حقیقی کارساز سمجھا وہ دنیا وآخرت دونوں میں خسارے میں ہوگا۔

سُپاری

سپاری دینا انڈرولڈ جرائم کی دنیا کی خاص اصطلاح ہے، اس کا مطلب خفیہ طریقہ سے غنڈوں کے ذریعہ کسی سے رقم لے کر قتل کرانا ہے، پہلے یہ کام انڈرولد اور زیر زمین جرائم کی دنیا میں ہوتا تھا، لیکن اب یہ کام زیر زمین باقی نہیں رہا، اب ہمارا مہذب سماج اور سیاسی رہنما بھی کھلے عام رقم دے کر کسی کی ناک کان کٹوانے، تھپڑ مروانے کی بات کرتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ جرائم کی دنیا کے لوگ ایسی باتیں خفیہ طور پر طے کرتے تھے، لیکن اب کھلے عام اعلان کیا جاتا ہے، ان کے یہاں معاملہ کسی خاص فرد سے ہوتا تھا، لیکن اب عام لوگوں کو آواز دی جا رہی ہے کہ روپے کوئی بھی ایسا کر گذرے۔

گذشتہ دنوں نئی نسل کے کم آموز نوجوان نیتا نے برسر اقتدار وزیر کے گھر میں گھس کر مارنے کی بات کہہ دی، شادی کی تقریب میں ہنگامہ کرنے کا اعلان عوامی جلسہ میں کیا ایک دوسرے موقع سے وزیر اعظم کی چمڑی ادھیرنے کی بات بھی کہہ ڈالی، یہ بالکل غیر مناسب اور غلط بات تھی، اس کی مذمت ہر سطح پر کی گئی اور مذکورہ لیڈر کے اس اعلان کی وجہ سے پُتلے بھی جلائے گئے، اس قسم کے احتجاج ہوتے ہی رہتے ہیں، اور جمہوری طرز حکومت میں یہ سلسلہ دراز ہوتا ہی رہتا ہے، جے ڈی یو کے ترجمان اور ام ال سی نیرج کمار نے کہا کہ جب اننت سنگھ کو اوقات بتا دیا تو اب تیج پرتاپ کو بھی نانی یاد دلا دیں گے۔ اس حد تک تو بات گوارہ تھی، لیکن ایک صاحب کو جوش آیا اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو اس کو تھپڑ مارے گا ایک کروڑ روپے دیے جائیں گے، پدماوتی معاملہ میں ممتا بنرجی نے بھنسالی کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور استقبال کی بات کہی تو ایک صاحب نے ممتا کی ناک کاٹ کر لانے پر ایک معقول رقم بطور انعام دینے کی بات کہی، بی جے پی کے ریاستی صر نیتا نند رائے نے وزیر اعظم نریندر مودی کے خلاف بولنے والوں کی انگلی اور ہاتھ کاٹنے کی بات کہی، پدماوتی فلم کی ہروئن دیپکا کے سر کی قیمت پانچ کروڑ لگا دی گئی ایک صاحب کو اور جوش آیا تو انہوں نے فلم کے ڈائرکٹر کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں کے سروں کی قیمت دس کروڑ ہو گئی۔ (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

بکھرے موتی

● لوگ تمہاری تعریف تمہاری بابت اپنے گمان کی بنیاد پر کرتے ہیں، لیکن تم اپنے نفس کے جو عیوب جانتے ہو، ان کی وجہ سے اس کی مذمت کرتے رہو، سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو لوگوں کے گمان کی وجہ سے اپنے یقینی علم کو چھوڑ دے۔

● جن معاملات میں آپ کچھ نہیں کر سکتے، ان کے لیے پریشان ہونا نادانی ہے اور جن معاملات میں آپ کچھ کر سکتے ہیں، ان کے لیے پریشان ہوتے رہنا زیادہ بڑی نادانی ہے۔

● جو انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں، بدلے کی آگ بجھاؤ خود مطمئن رہو۔

بلا تبصرہ

''سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی ریل کافی دنوں سے پٹری سے اتری ہوئی ہے، اور اسے واپس پٹری پر لانے کے لیے نہ تو کوشش ہو رہی ہے اور نہ ہی کوئی آثار دکھتے ہیں، پٹنہ جا رہی واسکوڈی گاما اکسپریس کن حالات میں پٹری سے اتری، یہ تو جانچ کا موضوع ہے، لیکن کسی بھی ٹرین کا اس طرح بے پٹری ہونا فکرمندی کا باعث ہے، یہ اس لیے بھی تشویش کا موضوع ہے کہ نومبر سے فروری تک کا وقت یوں بھی موسم کے لحاظ سے ہندوستانی ریل اور مسافروں پر بھاری گذرتا ہے۔''

(ہندوستان ۲۵؍نومبر ۲۰۱۷ء)

بلیک فرائڈے

جمعہ کو حدیث میں سید الایام کہا گیا ہے، اس دن کے فضائل بے شمار ہیں، اس لیے فرائی ڈے کے ساتھ بلیک لگانا کچھ اَٹ پٹا سا لگتا ہے، لیکن جب جمعہ کے دن نمازیوں پر گولیوں کی بوچھار کی جاری ہو، حوثی باغی اور نام نہاد داعش قتل وخوں ریزی کا بازار گرم کرنے کے لیے جمعہ کے دن اور نماز کے وقت کا انتخاب کر رہے ہوں اور سیکڑوں لوگ ان کی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ رہے ہوں ذرائع ابلاغ بلیک فرائی ڈے کہتے یں حق بجانب معلوم ہوتا ہے۔ بلیک فرائی ڈے کی اصطلاح سب سے پہلے امریکی ریاست فلاڈیلفیا میں استعمال کیا گیا، وہاں ہر سال نومبر کے چوتھے جمعرات کو Thanks giving day یوم شکرانہ کے طور پر منایا جاتا ہے، اس کے بعد سیاہ فام غلاموں کی خریداری کا بازار ہوتا تھا، اس لیے اس کا نام بلیک فرائڈے پڑ گیا، ۲۴؍ستمبر ۱۹۶۹ء کو امریکہ کے سونا مارکیٹ کے کرش کرنے کی روایت ہے، وہ جمعہ کا دن تھا اس لیے اسے بلیک فرائڈے کہا گیا، ۳۱؍جنوری ۱۹۱۹ء کو گلاسکو کے جارج اسکوائر میں بدترین فساد کی وجہ سے بھی بلیک فرائڈے نے رواج پا لیا، بعض ملکوں میں اسے تہوار کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور مسلمان بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، بلیک فرائی ڈے اور Thanks giving day پر ٹیکساس کے شہر ہوسٹن کی فائرنگ میں ایک پولیس اہل کار سمیت دو افراد ہلاک ہو گیے اور دو دیگر زخمی ہوئے۔ امریکہ میں یہ سب ہوتا ہی رہتا ہے، اور یہ ان کی روایت اور گن کلچر کا حصہ ہے۔

لیکن اس بار بلیک فرائی ڈے کو مصر کی دہشت گرد تنظیموں نے بھی امریکہ کی طرح استعمال کیا، اس کام کیلیے دہشت گردوں نے مصری صوبہ سینا کے علاقہ العریش کے مغرب بیر العابد میں واقع الروضہ مسجد کو استعمال کیا، سرکاری خبر رساں ایجنسی مینا کے مطابق محلّہ آوروں کی تعداد ۲۵؍کے درمیان تھی، ان کے ہاتھوں میں داعش کے پرچم تھے، اس حادثے میں ۳۵۰ لوگ جان بحق اور کم از کم ۱۲۸؍افراد زخمی ہوئے، دہشت گرد چار گاڑیوں میں سوار ہو کر آئے تھے، (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

eeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\Naqueeb 04.12.2017.inp 07/04/39 12:26 & PAGE 2 (1,1)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مطالعہ سیرت کے مقاصد:

﴿اے مسلمانو! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے اوران لوگوں کے لیے جواللہ پراور یوم آخرت پریقین رکھتے ہیں اور اللہ کوخوب یاد کرتے ہیں﴾ (سورۂ احزاب:۲۱)

مطلب: سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے ہمیں خدا کی مرضیات کا علم ہوتا ہے اوراس کے ذریعہ جادہ حیات کے مراحل میں مشعل راہ بنتی ہے؛ اس لیے قرآن مجید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی کردار کو نمونہ عمل بنانے کی تلقین کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کی زندگی آئینہ کی مانند صاف وشفاف نظر آئے گی، آپ صادق وامین بھی تھے اور حد درجہ سخی بھی، دوسروں کی مدد کرنے والے اوران کے لیے ایثار کرنے میں سب سے آگے تھے، ہر ایک کے ساتھ نرم روی اور خیر خواہی سے پیش آتے، عفوودرگذر اورعیب پوشی آپ کے کردار کا ایک مستقل حصہ تھی، بیویوں سے معاملہ کیا تو دلداری اورانصاف کے تقاضے پورے کردیئے، حکمران بنے تو عدل وانصاف اورحسن معاملہ کی اقدار پرحرف نہ آنے دیا، میدان جنگ میں اترے تو استقامت، بہادری اورصبر کے لحاظ سے بے مثال نظیر قائم کردیں، اللہ کی عبادت کرتے تو خشوع وخضوع کی کیفیت طاری رہتی، دین پرعمل کرنے میں ہمیشہ سبقت کے مقام پر رہتے اورکوئی موقعہ ایسانہیں آیا کہ آپ دوسرے درجے پر رہے ہوں، یہی دراصل اسوہ رسول ہے اوریہی وہ پہلو ہے جسے قرآن نے واجب الاتباع قراردیا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کوان جہتوں سے پڑھنے سے دل میں صالح انقلاب کا جذبہ ابھرتا ہے اوراس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور سچی محبت پیدا ہوتی ہے تو آیئے! ہم اس ماہ مبارک کے ماہ ودن کو یوم احتساب وجائزے کے طور پر منائیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں۔ درودشریف کثرت سے پڑھنے کا اہتمام کریں اورروزانہ کم سے کم ایک چھوٹی حدیث یاد کریں اوردوسروں کوبھی ترغیب دیں اوراپنے قلوب کونورایمانی سے منور کرنے کی فکر کریں، اپنے طریقہ زندگی کوحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پرڈھال کرساری دنیا کے انسانوں کے لیے نمونہ عمل اور پیغام عمل بن جائیں اوردنیا والوں کو بتائیں کہ اگرتم حقیقی امن وسکون اورابدی خیر وفلاح چاہتے ہوتو اپنی زندگی کورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی سے ہم آہنگ کرو۔

تین باتیں:

{حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نجات کی کیا صورت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زبان کوقابو میں رکھو، بے ضرورت اپنے گھروں سے نہ نکلو، اپنی غلطیوں پر رویا کرو} (سنن ترمذی)

وضاحت: حدیث کے الفاظ بہت مختصر ہیں؛ لیکن معنی اورمطلب کے اعتبار سے اس میں بڑی وسعت وگہرائی ہے، صحابی رسول نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کے یہاں نجات کی کیا صورت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگرتم ان تین باتوں پرعمل کرنے لگوتو اللہ تعالیٰ تمہارے حساب وکتاب کوآسان فرمادیں گےاورتمہاری نجات ہوجائے گی، پہلی بات یہ کہ زبان کوقابو میں رکھو، کیوں کہ زبان دل کی ترجمان ہے، دل ودماغ میں پرورش پانے والے خیالات زبان کے ذریعہ ظاہر ہوجاتے ہیں، پھر اس کی اچھائی اور برائی کے نتائج واثرات انسانی معاشرے پر پڑتے ہیں، جب کوئی شخص نرم مزاج اورشیریں زبان ہوتا ہے تواس سے لوگوں کی قربت ومحبت پیدا ہوتی ہے اورانسانی سماج پراس کے خوشگوار اثرات پڑتے ہیں اوراگرکوئی تلخ کلامی کرتا ہے تولوگ اس سے دور بھاگتے ہیں اوربسا اوقات اس سے نفرت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اکثر فتنہ وفساد اوربگاڑ بدزبانی اورتلخ کلامی سے شروع ہوتی ہے اورپھراس کے نتیجہ میں معاشرے میں بدامنی پھیلتی ہے اورجھگڑے ہونے لگتے ہیں جوکہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنے کودوچیزوں کے شرسے بچالیا وہ جنت میں داخل ہوگا، زبان کے شرسے اورشرمگاہ سے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انہیں چیزوں سے معاشرہ میں بے راہ روی آتی ہے؛ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوقابو میں رکھنے کی تاکید فرمائی۔ دوسری بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو، بے ضرورت نہ نکلو؛ اس لیے کہ اللہ نے ہمیں جوزندگی کی نعمت عطا کی ہے، ہم اس کی قدر کریں اوراس کو بامقصد بنانے کی جدوجہد کریں، بے مقصد زندگی جانوروں کی ہوتی ہے، جبکہ اللہ نے انسانوں کوعبادت وریاضت کے لیے پیدا کیا اوربقدر ضرورت وکفاف کسب معاش کے لیے محنت ومزدوری کی تعلیم دی؛ اس لیے خواہ مخواہ گھر سے بے ضرورت باہر جانا اپنا اوردوسروں کا وقت ضائع کرنا مومنانہ شان کے خلاف ہے، اگر وقت میں گنجائش ہے تو ان فارغ اوقات کو ذکروتلاوت اورتسبیح وتہلیل میں لگائیں اور بے مقصد گھر سے باہر کا چکرنہ کاٹیں۔ تیسری اورآخری بات یہ کہ گناہوں سے بچتے رہے، اس لیے کہ یہ گناہ انگارے کی مانند ہے، انگارہ چھوٹا ہو یابڑا، ہاتھ لگانے سے ہاتھ کوجلادیتا ہے، گناہ بھی نیکیوں کوختم کردیتا ہے، علماء ومشائخ نے لکھا ہے کہ گناہوں کی نحوست بہت دورتک پڑتے ہیں، گناہوں کی وجہ سے انسان کی قوت حافظہ کم ہوجاتی ہے، دلوں پرتاریکی چھا جاتی ہے، معاشرے میں بے وزن ہوجاتا ہے، گنہ گار انسانوں کی باتیں بے اثر ہوتی ہیں اوراس کوذلت ونکبت کا منہ دیکھنا پڑتا؛ اس لیے اگرغیرشعوری طور پرکوئی لغزش ہوجائے توفوراتوبہ واستغفار کیجئے، اللہ سے معافی مانگئے اورآئندہ اللہ سے گناہ سے بچنے کا عہدوپیمان کیجئے، ایسانہ کرنے پرگناہ گارانسان اللہ کی نگاہوں میں گرجائے گا اوراللہ تعالیٰ اس سے اعمال کی توفیق چھین لیتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

وارث کے لیے وصیت کا شرعی حکم

عام طور پر بیوی اپنے شوہر سے یالڑکے اپنے والد سے خدمت کا واسطہ دے کرکچھ زمین وجائیداد اپنے نام وصیت کروالیتے ہیں اور باضابطہ کورٹ میں جاکر وصیت نامہ بنوالیتے ہیں، شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے، کیا قرآن کریم میں وارث کے لیے وصیت کا حکم ہے؟

الجوابــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اللہ پاک کا ارشاد ہے: ’’جب تم میں سے کسی پرموت کا وقت قریب آجائے اوروہ مال چھوڑرہا ہوتواس پر والدین اوررشتہ داروں کے لیے مناسب طریقہ پروصیت کرنا فرض ہے، یہ تقویٰ والوں پرلازم ہے‘‘۔ (بقرہ:۱۸۱)

آیت کریمہ میں والدین ورشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم ہے؛ لیکن یہ حکم اسلام کے ابتدائی زمانے کا ہے، جبکہ میراث کی آیتوں کا نزول نہیں ہوا تھا، اس وقت کا قانون یہی تھا کہ جانے والا شخص اپنے والدین ورشتہ داروں کے لیے مال واسباب کی وصیت کرجائے، وہ جس کے لیے جتنے کی وصیت کرجاتا، اس کے مطابق میراث کی تقسیم ہوتی، اس کے علاوہ میراث کی تقسیم کا کوئی ضابطہ نہیں تھا؛ لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی اوراللہ تعالیٰ نے وارثین اوران کے حصے خود ہی مقرر کردیئے تواب رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم منسوخ (ختم) ہوگیا، جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’إن اللّٰہ قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصية لوارث‘‘. (سنن ابی داؤد:۲/۳۹۶) ’’لا تجوز وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة‘‘. (نصب الرایۃ للزیلعی:۴/۴۰۴، کتاب الوصایا) اللہ تعالیٰ نے ہرحق دار کواس کا حق دے دیا ہے، لہذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے، مگر یہ کہ ورثہ اس کونافذ کردیں۔

لہذا اب کسی کواپنے وارث کے لیے وصیت کی ضرورت نہیں ہے، اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کے لیے وصیت کرے گا، خواہ زبانی کرے یا تحریری تو یہ وصیت معتبر ونافذ نہیں ہوگی اورجس وارث کے لیے وصیت کی گئی ہے، وہ تنہا اس کا مالک نہیں ہوگا؛ بلکہ وصیت کرنے والے کا ترکہ قرار پاکر اس کے تمام ورثا کے درمیان حسب سہام شرعی تقسیم ہوگا، ہاں الا یہ کہ تمام ورثا عاقل وبالغ ہوں اوراپنی رضا ورغبت سے اس وصیت کونافذ کردیں تو پھر وہ شخص اس وصیت کردہ مال واسباب کا مالک ہوجائے گا۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار:۱۰/۳۴۶، کتاب الوصایا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا پورے مال کی وصیت درست ہے؟

وصیت زیادہ سے زیادہ کتنے مالوں تک ہوسکتی ہے، اگر کوئی شخص پورے مال کی وصیت کسی شخص یا کسی ادارہ کے لیے کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وارث کے لیے وصیت معتبر نہیں اورغیر وارث کے لیے وصیت کا نفاذ صرف ایک تہائی مال میں ہوگا، اس سے زائد میں نہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار پڑا کہ موت کے کنارے پہونچ گیا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے، کیا میں سارے مال کے بارے میں وصیت کرجاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: دوتہائی مال کی، تو آپ نے فرمایا: نہیں، پھر میں نے عرض کیا: آدھے مال میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: ایک تہائی مال کی وصیت کردوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تہائی مال کے بارے میں وصیت کرسکتے ہو، اگرچہ یہ بھی بہت ہے، آپ نے فرمایا: اگرتم اپنے وارثوں کو مال داروخوشحال چھوڑ جاؤگے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس چھوڑ جاؤ اوروہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (بخاری، کتاب الوصایا:۱/۳۸۳)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں اورعزیزوں کے ساتھ خیر خواہی، وارثوں کے ساتھ شفقت وہمدردی اورمحبت دینی واخلاقی فریضہ ہے، اسی وجہ سے اپنا مال غیروں کودینے کے بجائے قرابتداروں کودینا زیادہ بہتر ہے، اگر کوئی شخص بذریعہ وصیت غیر وارث کواپنا مال دیناہی چاہے تو آپ نے فرمایا کہ تہائی مال سے زیادہ نہیں دے سکتے؛ کیوں کہ اس میں وارثوں کا نقصان ہے، اگرکسی نے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کردی تو یہ وصیت ایک تہائی میں نافذ ہوگی اوراس سے زائد ورثا کی اجازت پرموقوف ہوگی، اگر ورثا سب کے سب عاقل وبالغ ہوں اوراپنی راضی وخوشی سے زائد کوبھی نافذ کردیں تو نافذ ہوجائے گی، ورنہ نہیں، ہاں الا یہ کہ کوئی وارث ہی نہ ہو یا وارث ہومگر صرف شوہر ہو یا صرف بیوی ہو اورشوہر نے بیوی کے لیے یا بیوی نے شوہر کے لیے پورے مال کی وصیت کردی ہوتوایسی صورت میں پورے مال کے حقدار ہوں گے۔

لڑکیوں کے لیے وصیت:

میرے پاس صرف لڑکیاں ہیں، لڑکے نہیں ہیں، البتہ بھائی لوگ ہیں، جن کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں ہیں، کیا میں اپنی ساری اجائیداد کی وصیت اپنی لڑکیوں کے لیے کرجاؤں یاانہیں اپنی زندگی ہی میں ہبہ کردوں؟

الجوابــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں لڑکیاں چونکہ وارث ہیں اوروارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے؛ اس لیے آپ لڑکیوں کے لیے وصیت نہیں کرسکتے ہیں، البتہ ہبہ کرسکتے ہیں، یعنی زندگی میں کچھ زمین وجائیداد دے کر قابض ودخیل اورمالک بناسکتے ہیں؛ لیکن کسی وارث کومحروم کرنے کے مقصد سے ایسا کرنا شرعاً درست نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’جو شخص (ناجائز طور پر) اپنے وارث کومیراث سے محروم کرے، اللہ تعالیٰ اس کوقیامت کے دن جنت کے میراث سے محروم کردیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۱۴/ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۴/دسمبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

مزدور بچے

حکومتی سطح پر تمام تر کوششوں اور منصوبوں کے باوجود بڑی تعداد میں بچے آج بھی مزدور ہیں، ہوٹل، ڈھابے، اینٹ بھٹے وغیرہ پر ان کو کام کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا، سرکاری اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ اپریل ۲۰۱۴ء سے نومبر ۲۰۱۷ء تک آندھرا پردیش، دہلی، مغربی بنگال، مہاراشٹر وغیرہ سے تین ہزار سات سو ترپن (3753) بچہ مزدور پکڑے گیے، عمر کے جس حصے میں ان کے ہاتھ میں قلم اور پیٹھ پر اسکول کا بستہ ہونا چاہئے، وہ ہاتھ مزدوری کر رہے ہیں، اوران کا بچپن ضائع ہو رہا ہے، پوری دنیا کے بارے میں ایک سروے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دوسو پندرہ ملین بچے مزدوری کر رہے ہیں، ۱۹۹۱ء کی مردم شماری میں بچہ مزدوری کے اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان میں 11.3 ملین بچے مزدوری سے لگے ہوئے تھے، جب کہ 2001 کی مردم شماری کی رپورٹ کہتی ہے کہ یہ تعداد بڑھ کر اب 12.7 ملین ہوگئی ہے، حالانکہ بنیادی حقوق کی دفعہ 24 کے تحت ہندوستان میں بچہ مزدوری قانونا ممنوع ہے، لیکن بھوک اور پیٹ کی آگ قانون کی زبان نہیں سمجھا کرتی، پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے بچے مزدوری کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور انہیں اپنی جان کا خطرہ محسوس نہیں ہوتا، حالانکہ کارخانوں، کوئلہ کھدانوں اور آتش بازی کی صنعت کا حصہ بننے کی وجہ سے ان کی جان پر خطرہ بنا رہتا ہے، بھی ان کے گارجین بھی مال کمانے کے چکر اور مالدار ہونے کی ہوس میں ان کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں، ایسے بچے تعلیم سے دور ہوتے ہیں، کم سنی ہی سے بہت سے امراض کے شکار ہو جاتے ہیں، اس سے ان کی ذہنی اور جسمانی نشو ونما پر بُرا اثر پڑتا ہے، اوران کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

ریاست بہار میں بچہ مزدوری کا سلسلہ دوسری ریاستوں سے کچھ زیادہ ہی رہا ہے، یہاں کے بچے ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی بڑی تعداد میں مزدوری کرتے ہیں، اور بہار میں بھی مختلف کاموں میں ان کی خدمات لی جاتی رہی ہے، بچہ مزدوری کے اعتبار سے بہار کے جو اضلاع سب سے زیادہ متاثر ہیں، ان میں گیا، پٹنہ، موتی ہاری، مدھوبنی اور بتیا کے نام قابل ذکر ہیں، اعداد وشمار کے مطابق گیا میں 78929 پٹنہ میں 65420، موتی ہاری میں 54619، مدھوبنی میں 53552 اور بتیا میں 53528 بچوں کی شناخت مزدور کی حیثیت سے کی گئی ہے، یہ اعداد وشمار سرکاری ہیں، حقیقت میں بچہ مزدوروں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، لیکن ہمارے پاس ان اعداد وشمار تک پہونچنے کے ذرائع دوسرے نہیں ہیں، اس لیے انہیں پر اعتماد کرنا ہوتا ہے، اگر اسی تعداد کو درست مان لیں تو بھی بچہ مزدوروں کی تعداد تشویشناک ہے۔

بہار کے جو بچے بہار سے باہر پکڑے گیے، عمر کے اعتبار سے ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ گذشتہ تین سال سات ماہ میں پکڑے گیے دس سال سے کم عمر کے بچوں کی تعداد 258، دس سے چودہ سال کے بچہ مزدوروں کی تعداد 2957 اور دس سے اٹھارہ برس کے بچہ مزدوروں کی تعداد 520 ہے، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، گیا بچہ مزدوری میں سب سے آگے ہے، یکم اپریل ۲۰۱۴ء سے ۳/نومبر ۲۰۱۷ء کے درمیان گیا ضلع کے چار سو تہتر بچے دوسری ریاستوں میں مزدوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ان میں دس سال کے بچے 38، دس سے چودہ سال کے 301 اور پندرہ سے اٹھارہ برس کے بچوں کی تعداد 134 تھی، سماج کلیان کے ڈائرکٹر سنیل کمار کے مطابق بہار کے اڑتیس میں سے تیرہ اضلاع کے بچوں کی شناخت مزدور کے طور پر کی گئی ہے، ان اضلاع میں گیا کے علاوہ نوادہ، نالندہ، جہان آباد، موتی ہاری، سیتا مڑھی، پورنیہ، مدھوبنی، سمستی پور، بھوجپور، بتیا، دربھنگہ اور پٹنہ شامل ہیں۔

تشویش کی بات یہ بھی ہے کہ بچہ مزدوروں کی بڑی تعداد کا تعلق اقلیتوں سے ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی ہے، جسے بڑی اقلیت سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے، یہاں بھی اقلیتوں سے مراد مسلمانوں کے بچے ہی ہیں، جنہیں دہلی کے زری کے کارخانے، ہوٹلوں اور کچڑے کے ڈھیر سے کچرا چنتے ہوئے ہر جگہ آپ دیکھ سکتے ہیں، سرکار ''کلسٹر اپروچ'' نامی پروگرام کے ذریعہ ان بچوں کو گھر واپس کرنے اور ان کے والدین کو معاشی سہولت کے لیے سرکاری یوجناؤں سے جوڑ رہی ہے، لیکن جتنے بڑے پیمانے پر اس کام کو ہونا چاہیے، ہو نہیں پا رہا ہے۔

سرکاری قوانین سے قطع نظر اسلام میں بچہ مزدوری کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ اسلام میں بلوغیت سے پہلے تک کا نان ونفقہ اس کے والدین کے ذمہ ہے، اس عمر میں بچے بچیوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری بھی والدین پر ہے، اور بہترین تعلیم وتربیت دینے پر والدین کے لئے اخروی ثواب کا اعلان کیا گیا ہے، ایسے میں والدین کے ذریعہ بچوں کو مزدوری پر لگانا عام حالات میں شریعت اسلامیہ کے احکام کی خلاف ورزی کے مترادف ہے، اس لیے ادارے، تنظیموں، جماعتوں اور جمعیتوں کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے، تاکہ بچوں پر ظلم کو روکا جا سکے، عموماً ہم شہری حلقوں میں بھرے ہوئے تعلیمی اداروں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ بچے پڑھ رہے ہیں، بچوں کو دیکھنا ہو تو زری کے کارخانوں اور ہوٹلوں میں دیکھیے، دیہاتوں میں بھینس چراتے ہوئے اور کھیتوں پر کام کرتے ہوئے دیکھئے، تب اندازہ ہوگا کہ ہمارے بچے تعلیم سے دور کس قدر مزدوری کر رہے ہیں، اوران کا بچپن کل کارخانوں میں کس طرح زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے، اگر آپ اپنے طور پر کچھ نہیں کر پا رہے ہیں تو سرکاری اہل کاروں کا سہارا لیجئے اور اس کے لیے 1098 نمبر پر کال کیجئے اور آگے کا کام سرکاری کارندوں پر چھوڑ دیجئے، آپ کا یہ عمل بہتوں کو نئی زندگی عطا کر سکتا ہے۔

گجرات کا انتخاب

گجرات میں اسمبلی انتخابات کا اعلان ہو گیا، دو مرحلوں میں ۹/دسمبر اور ۱۴/دسمبر کو یہاں رائے دہندگان اپنے حق رائے دہی کا استعمال کریں گے، ۱۸/دسمبر کی تاریخ ووٹوں کی گنتی کے لیے مقرر ہے، اور انتخابی عمل نتائج کے اعلان کے ساتھ ہی ۲۰/دسمبر ۲۰۱۷ء تک پورا کر لیا جائے گا، اسمبلی کی میعاد ۲۲/جنوری ۲۰۱۸ء کو ختم ہو رہی ہے، نئی حکومت اس تاریخ تک وجود میں آجائے گی۔

گجرات اسمبلی میں نشستوں کی تعداد ۱۸۲ ہے، جس میں چالیس سیٹیں محفوظ زمرے کی ہیں، انمیں سے ۲۷/ درج فہرست قبائل اور تیرہ درج فہرست ذاتوں کے لیے مختص ہے، یہاں رائے دہندگان کی مجموعی تعداد چار کروڑ تینتیس لاکھ ہے، گذشتہ اسمبلی انتخاب کے مقابلے اس بار ساڑھے دس لاکھ رائے دہندگان کا اضافہ ہوا ہے، اور ۹۹ء۹۹ رائے دہندگان کو باتصویر شناختی کارڈ فراہم کرایا جا چکا ہے، پرامن انتخاب کے انعقاد اور عورتوں کی مضبوط شراکت کے لیے سرکاری سطح پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے، کیمرے کا بھی انتظام کیا گیا ہے تاکہ ہر طرح کی نقل وحرکت کو قید کیا جا سکے۔

گجرات کا موجودہ انتخاب انتہائی اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ اس سے ہوا کے رخ کا اندازہ ہوگا، گجرات میں اگر بی جے پی انتخاب ہار جاتی ہے تو اس کے حوصلے بہار سے بھی زیادہ ٹوٹیں گے اور آئندہ انتخابات پر اس کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے، اس کے لیے وہاں مسلم اور پاٹ دار ووٹوں کا متحد ہونا ضروری ہے، کانگریس کا سمجھوتہ پاٹدار کے لیڈر ہارد ک پٹیل سے ہو گیا ہے، اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی جماعتیں کانگریس کے ساتھ ہیں، جس سے بی جے پی حواس باختہ ہے، اس نے ہارد ک پٹیل کے کئی جنسی ویڈیو وائرل کر کے اسکے اثرات کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے، کئی مقدمات لاد کر ماحول بنایا جا رہا ہے کہ اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جائے، اگر ایسا ہوتا ہے تو ہارد ک پٹیل کو ہمدردی کے ووٹ بھی ملیں گے، اور کانگریس اتحاد کے برسر اقتدار آنے کے امکانات بڑھ جائیں گے، وزیر اعظم نریندر مودی اور کانگریس کے راہل گاندھی کے مسلسل دوروں نے وہاں کے انتخابی ماحول کو پرلطف بنا دیا ہے۔

گجرات میں مسلمانوں کا ووٹ کافی اہمیت رکھتا ہے، گجرات فساد کے بعد وہاں کے مسلمان سیاسی طور پر حاشیہ پر آگئے تھے، انہیں سیاسی چھل پہل سے زیادہ اپنے تحفظ کی فکر ستاتی رہی ہے، اس لیے وہ وہاں دوسرے نمبر کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گیے تھے، اسی وجہ سے کئی بار اسمبلی میں فتح کا جھنڈا بی جے پی کے سر رہا ہے، اگر مسلمان اس بار دلچسپی لیں اور بی جے پی مخالف تحریک کا ساتھ دیں، تو گجرات کا منظر نامہ بدل سکتا ہے، اور یہ ملک کے مفاد میں بڑھتی ہوئی جارحانہ فرقہ پرستی کو لگام دینے کی طرف مثبت اور مضبوط قدم ہوگا، یہاں کے مسلمانوں کو اتر پردیش اور بہار سے سبق لینا چاہیے، بہار میں مسلمانوں کے اتحاد نے بی جے پی کو دھول چٹا دیا تھا، اوران کے حوصلے انتہائی پست ہو گیے تھے، لیکن راجد اور جدیو کی آپسی لڑائی نے جلد ہی اس کا تیا پانچہ کر دیا اور بی جے پی ہار کر بھی حکومت میں شریک ہوگئی۔

اتر پردیش کے مسلمانوں نے اپنے کو ٹکڑوں میں بانٹ لیا، ہاتھی کی سواری انہیں راس نہیں آئی اور سائکل پنچر ہو گئی، اس طرح کیچڑ اور دلدل میں کنول کھل گیا، اور اس کے جو مضر اثرات ملک وریاست پر پڑے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، گجرات انتخاب میں اگر یہی سب دہرایا گیا تو ملک کو فرقہ پرستی کی آگ سے نکالنا مشکل ہوگا، اور سیکولر اقدار، جمہوری کردار اور گنگا جمنی تہذیب کو دفن کرنے کی طرف یہ شرمناک قدم ہوگا۔ جس کی سزا صدیوں بھگتنی ہوگی ع لمحوں نے خطاک ہے، صدیوں نے سزا پائی

کتابوں کی فراہمی

بہار سرکار کا ایک ادارہ بہار اسٹیٹ بک پبلشنگ کارپوریشن ہے، اس ادارہ کے ذمہ سرکاری اسکولوں میں نصابی کتابوں کی فراہمی ہے، المیہ یہ ہے کہ دوسو چونتیس دن گزر گیے، ہائی کورٹ نے سرکار کو پھٹکار لگائی پھر بھی نتیجہ کوئی خاص برآمد نہیں ہوا، طلبہ آج بھی کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہیں، پرانی کتاب بیچنے والے نئی کتابوں سے زیادہ قیمت پر کتابیں دے رہے ہیں، وہ بھی پھٹی ہوئی، بہار کے لاکھوں بچوں کا تعلیمی مستقبل اس کوتاہی کی وجہ سے داؤ پر لگا ہوا ہے۔

بہار پبلشنگ کارپوریشن کا کتابوں کی فراہمی میں تاخیر کا اپنا رکارڈ ہے 2007 سے نومبر 2017 تک کے رکارڈ پر اگر ہم نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 08-2007 میں 76 دن 09-2008 میں 260 دن 10-2009 میں 228 دن 11-2010 میں 153 دن 12-2011 میں 172 دن 13-2012 میں 175 دن 14-2013 میں 163 دن 15-2014 میں 169 دن 16-2015 میں 132 دن 17-2016 میں 176 دن اور 18-2017 میں 234 دن دیر سے کتابوں کی سپلائی شروع ہوئی، سپلائی اور گودام میں پڑی رہنی والی کتابوں کے اعداد وشمار پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ لاکھوں کتابیں گودام میں پڑی رہ گئیں اور وہ اسکولوں تک پہونچ نہیں پائیں، بلکہ 10-2009 میں تو 1277587 کتابیں گودام میں ہی پڑی رہ گئیں۔

سرکاری کاموں میں تاخیر ہوتی ہے، یہ تو سب لوگ جانتے ہیں، لیکن اتنی تاخیر اور اُس کام میں جس میں بچوں کا مستقبل داؤ پر لگ رہا ہو، انتہائی تشویش کا باعث ہے۔

b\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\Naqueeb 04.12.2017.inp 07/04/39 12:26 & PAGE 4 (1,1)

یادوں کے چراغ

مولانا عبد المالک اثری

ایڈیٹر کے قلم سے

مولانا عبدالمالک اثری عرف حکیم زاہدی بن حاجی محمد یونس رضوی بن محمد ابراہیم جائے پیدائش لوکھا موجودہ ضلع مدھوبنی، حال مقام زاہدی منزل، نہسہ، پھلواری شریف پٹنہ کا انتقال ۶؍اکتوبر ۲۰۱۷ء جمعہ کی شام ساڑھے سات بجے ہوگیا، ان کی عمر ۶۵ سال تھی، جنازہ کی نماز ۷؍اکتوبر کو بعد نماز عصر ہوئی، ان کے چھوٹے صاحب زادہ مولانا محمد فہیم زاہدی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں حاجی حرمین نامی قبرستان پھلواری شریف پٹنہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، آگے کی تعلیم کے لیے وہ مئو اعظم گڈھ چلے آئے، یہاں انہوں نے ابتدا میں دارالعلوم مئو میں داخلہ لیا، میں بھی ان دنوں دارالعلوم مئو میں حفظ قرآن کر رہا تھا، اس لیے ملاقات ہوتی رہتی تھی، اتفاق سے ان کی رہائش جانب حوض والے کمرہ نمبر ۵ میں تھی، اور میں مولانا حسین احمد ناصری مدظلہ کے ساتھ مسجد کے بازو میں ۶؍نمبر روم میں رہتا تھا، مولانا عبدالمالک اثری کے ساتھ ان کے دوسرے بھائی عبدالخالق بھی وہیں پڑھتے تھے، دونوں بھائی کے مزاج میں تضاد تھا، ایک بھائی مولانا احمد رضا خان صاحب کے مداح تھے اور والد کی وجہ سے ادھر ہی رجحان غالب تھا، مولانا عبدالمالک صاحب دوسری انتہا پر تھے اور دارالعلوم کے مسلک ومشرب کا ان پر کوئی اثر نہیں تھا، چنانچہ وہ جلد ہی دارالحدیث مئو میں داخل ہوگیے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ اثری لکھنے لگے، وہاں سے جامعہ سلفیہ بنارس چلے گیے اور پورے طور پر اثری سلفی کے طور پر زندگی گذارنے لگے، فراغت بھی وہیں سے حاصل کی، فراغت کے بعد وہ گجرات چلے گیے، جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ ان کا تعلق قائم ہوگیا اور وہ مولانا محمد عیسیٰ منصوری موجودہ صدر ورلڈ اسلامک فورم لندن یوکے کے ساتھ تبلیغی کاموں میں لگ گیے، مسلک وہی تھا، لیکن شدت باقی نہیں رہی، اعتدال وتوازن کے ساتھ کام کرنے لگے، ان کے بعد ان کا مزاج سماجی اور مذہبی کاموں میں بغیر تفریق مذہب کام کرنے کا بن گیا، انہوں نے گجرات میں جماعت اسلامی کے ساتھ بھی کام کیا، دوا اور لکڑی کے کام سے معاش کا حصول کرتے اور گھر والوں کی پرورش وپرداخت کرتے، شادی بیلا آدم ضلع ویشالی میں ظفر امام صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی، گجرات سے لوٹ کر وہ اپنے آبائی گاؤں لوکھا چلے آئے، وہاں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے قریب ہوئے، ان کی فکر نے مولانا مرحوم کو متاثر کیا، اور وہ ان سے قریب سے قریب تر ہوگیے، قاضی صاحبؒ نے جب آل انڈیا ملی کونسل بہار شاخ کی تشکیل کی تو جنرل سکریٹری راغب احسن ایڈووکیٹ کو بنایا گیا اور سکریٹری میں مفتی نسیم احمد قاسمیؒ اور میرے ساتھ ان کو بھی رکھا، چونکہ وہ پٹنہ سے دور رہتے تھے، اس لیے ہم لوگ مدھوبنی ضلع میں ان سے ملی کونسل کا کام لیتے تھے، اور ہم لوگوں کی سرگرمی کے نتیجے میں آل انڈیا ملی کونسل کی تشکیل مدھوبنی ضلع میں بلاک سطح تک ہوچکی تھی، اسی زمانہ میں انہوں نے اتحاد دامت کے لیے ’’پیام وحدت‘‘ نامی کتاب تصنیف کی، جسے آئی او اس نے بڑے اہتمام سے شائع کیا اور پورے ملک میں مسلکی منافرت کو ختم کرنے کے لیے اس کی تقسیم عملی میں آئی۔

مولانا عبدالمالک اثری کی ان سرگرمیوں سے ان کے گاؤں والے خفا رہتے تھے، کیوں کہ پورا گاؤں دوسرے مسلک کا پیرو تھا، خود ان کے بھائی اُس مسلک کے بڑے داعی ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ لوکھا کی زمین ان پر تنگ ہونے لگی، معاملہ سرد جنگ سے گرم جنگ تک پہونچا، اور یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، بالآخر ۲۰۰۴ء میں مولانا نے اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ دیا اور پٹنہ میں مستقل بود وباش اختیار کرلیا، پہلے دوجرا مسجد پٹنہ میں امامت کرنے لگے، لیکن امامت کی پابندیاں ان کے بس کی بات نہیں تھی، اس لیے اس سے جلد ہی کنارہ کش ہوگئے اور سمن پورہ میں ایک کرایہ کا مکان لے کر مطب شروع کیا اور حکیم زاہدی کے نام سے مشہور ہوگیے، نہیں معلوم کہ انہوں نے طب پڑھا تھا یا نہیں، یا مدار علم صرف ذاتی مطالعہ تھا، مگر مطب چلنے لگا، دوا، دعا، تعویذ وغیرہ کے لیے ان کی شہرت پٹنہ میں عام ہوئی، دھیرے دھیرے یہی ذریعہ معاش بن گیا، آمدنی مضبوط ہونے لگی تو مفلوک الحالی دور ہوئی، اسی کمائی سے انہوں نے نُہسہ میں ایک قطعہ آراضی خرید کر اس پر عالی شان مکان بنایا اور اسے ’’زاہدی منزل‘‘ کے نام سے موسوم کیا، ۲۰۱۳ء میں وہ سمن پورہ پٹنہ سے نہسہ پھلواری شریف منتقل ہوگیے اور یہیں بود وباش اختیار کرلیا، سمن پورہ کی بہ نسبت نہسہ کی زمین ان کے مطب اور روحانی علاج کے لیے زرخیز ثابت ہوئی اور ان کی شہرت پھیلتی چلی گئی، مطب کی مشغولیت اور روحانی علاج کے اعمال نے انہیں سماجی کاموں سے دور کردیا تھا اور وہ ان دنوں معتکف ہوکر رہ گیے تھے، شاید باید بھی بھولے بھٹکے امارت شرعیہ آجاتے تو مجلس جمتی اور پرانی یادیں تازہ ہوتیں، ان کے صاحب زادہ فہیم زاہدی گاہے گاہے ان کا سلام پہونچاتے رہتے۔ سماجی کاموں سے دوری کی ایک وجہ ان کے اوپر گذرے حالات تھے، جس سے وہ کبیدہ خاطر رہا کرتے تھے۔

میں سفر پر تھا جب ان کا انتقال ہوا، ہفتوں بعد ایک دن ان کے صاحب زادہ نے بتایا کہ ’’ابا‘‘ نہیں رہے، پہلے تو سمجھا ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، میں ٹکٹکی لگائے ان کی طرف دیکھتا رہا، بہت دیر میں سمجھا کہ وہ آخرت کے سفر پر چلے گیے، ڈھارس اور دلاسے کے کلمات جو ذہن میں آئے، ادا کیے، مجھے خود اپنی آواز دور سے آتی محسوس ہورہی تھی، یادوں کے دریچے وا ہوئے، چراغ جل اٹھے، اور اس چراغ کی روشنی میں اپنے علم کی حد تک ذہن کے کینوس میں جو کچھ جلوہ نما ہوا، اسے تاثرات کی شکل میں ذکر کردیا گیا، تحقیقی مضمون کے لیے مواد چاہیے جو ان کے صاحب زادے بھی فراہم نہیں کرسکے، تاخیر بھی اسی وجہ سے ہوئی، اس لیے فی الوقت تو اسی کو ان کی آخرت کی روانگی کی رسید سمجھئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ ان کی سیئات سے درگذر فرمائے اور اعمال صالحہ کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ادبی گوشہ

ڈاکٹر منصور خوشتر-ادبی افق کا روشن ستارہ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

گذشتہ ایک دہائی میں بہار کی ادبی، تنقیدی اور شعری منظرنامہ پر نئی نسل سے جو چند نام تیزی سے ابھر کر سامنے آئے ہیں ان میں مظہر وسطوی، کامران غنی صبا اور ڈاکٹر منصور خوش تر کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں، مظہر وسطوی کے پاس ادبی بصیرت کی بہتات ہے؛ لیکن وسائل کی کمی ہے، کامران غنی صبا کو ذوق صحافت اور شوق ادب وشاعری ورثہ میں ملی ہے اور ان کی اڑان ہندوستان سے بہت دور جاپان تک ہوگئی ہے، ڈاکٹر منصور خوش تر بھی تیز اڑان بھر رہے ہیں، مگر اردو دنیا نے ان کے اندر چھپے ادیب وشاعر، محقق وناقد کو پہچان لیا ہے، اسی وجہ سے ڈاکٹر عبدالصمد، پروفیسر عبدالمنان طرزی، ڈاکٹر سید احمد قادری، ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، راشد انور راشد، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر جمال الدین اویسی، عطا عابدی، سلیم انصاری، احسان ثاقب، ڈاکٹر شارب ردولوی، ندا فاضلی، گلزار، پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین، فاروق ارگلی، حسین الحق، ام کمال الدین، رہبر چندن پٹوی، سہیل انجم، انوار الحسن وسطوی، پرتپال سنگھ، ڈاکٹر آصف، نصر الدین بلخی، نجم الثاقب آرزو، ڈاکٹر خالدہ خاتون، فردوس علی مستفیض احمد عارفی، کامران غنی صبا، محمد فرقان، جمیل اختر، محمد عارف حسن، نوشاد منظر، شاہد الرحمٰن، سلمان، عبدالصمد، احتشام الحق، مظفر حسن رحمانی، عارف اقبال وغیرہ نے ان کی فکری، ادبی، تنقیدی اور شعری بصیرت کے حوالہ سے ان کی ستائش کی ہے اور ان کے فکر وفن کا جائزہ لے کر ادبی دنیا کو بتایا ہے کہ یہ جوان جس کے پاس فکر وفن کا بڑا سرمایہ ہے اور جس کے پاس طباعت واشاعت کے لئے بھی بھرپور وسائل ہیں، کس تیزی سے ادب کے آسمانوں کو عبور کرتا جارہا ہے، اگر اس کی پرواز کا یہی عالم رہا تو بہت جلد وہ حد پرواز سے یہ آواز لگاتا ہوا نکل جائے گا کہ مجھے جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے۔

منصور خوشتر کی جو ترتیب وتالیف اور تصنیف منظر عام پر آچکی ہے، ان میں لمعات طرزی (۲۰۱۴) نثر نگاران دربھنگہ (۲۰۱۴) ماجرا دی اسٹوری (۲۰۱۴) اجمل فرید: یادیں باتیں (۲۰۱۵) کچھ محفل خوباں کی (۲۰۱۵) نقد افسانہ (۲۰۱۶)، اجالوں کے گھر (۲۰۱۶) پروفیسر طرزی کے منظوم تبصرے (۲۰۱۶) بہار میں اردو صحافت (۲۰۱۶) مشہور ومعروف ہے، اکیسویں صدی میں اردو ناول کی پیش رفت، بہار کی اہم شخصیات اور مکالمہ جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہونے والی ہیں کتابوں کے سال کا ذکر میں نے اسی غرض سے کیا ہے کہ معلوم ہوجائے منصور خوش تر نے ایک سال میں کئی کئی کتابیں ادبی دنیا کو دیا ہے، ہم جیسوں کو تو ایک ہی کتاب منظر عام پر لانے میں پسینے چھوٹ جاتے ہیں، اور سانس پھولنے لگتی ہے، لیکن کمال ہے منصور خوش تر کا کہ ایک سال میں کئی کئی کتاب پیش کرنے کے باوجود ہر دم تازہ دم نظر آتے ہیں، تکان وتعب کا اثر ان کو چھو کر نہیں جاتا۔

کتابوں کی طباعت کا خیال انہیں ۲۰۱۴ء سے آیا؛ لیکن ان کا ادبی اور علمی شغف ۲۰۰۴ء سے جاری ہے۔ انہوں نے ۲۰۰۴ء میں ہندی اخبار، دربھنگہ خبر کے نام سے نکالنا شروع کیا، ۲۰۰۵ء میں پندرہ روزہ اردو اخبار دربھنگہ ٹائمس نکالا ۲۰۰۶، ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۵ء میں تین سمینار انہوں نے اپنے استاذ ڈاکٹر عبدالمنان طرزی پر مختلف حیثیت سے کروایا، ۲۰۱۰ء میں لوکل نیوز چینل، سیون آئی پر توانائی صرف کی، اسی سال المنصور ایجوکشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ قائم کیا، جس کے تحت چار کل ہند مشاعرے، دو قومی سمینار، سو سے زیادہ ادبی نشست اور پچاس سے زاید اہم شعراء اور دانشوروں کو ایوارڈ سے نواز چکے ہیں، سماجی انصاف کے لیے ۳۰؍مئی ۲۰۱۰ء کو انہوں نے ٹرسٹ کے تحت مسلم مہا پنچایت وغیرہ بھی قائم کیا، اس طرح دیکھا جائے تو منصور خوش تر نے ادب وشعر کے ساتھ مختلف انداز میں سماج کی خدمت کی ہے، اسی لیے وہ ہر دل میں بستے ہیں اور دربھنگہ میں نئی نسل کے نمائندوں میں مقبول ومعروف ترین ہیں، وہ اپنی ادبی تصنیفات اور صحافت کے حوالہ سے ۲۰۰۹ سے اب تک کئی ایوارڈ پاچکے ہیں، یہ ایوارڈ ان کی صحافتی اور ادبی خدمات کا قابل قدر اعتراف ہے۔

ڈاکٹر منصور خوش تر کی تین کتابیں (اکیسویں صدی میں اردو غزل، پرفیسر مناظر عاشق ہرگانوی: ایک نابغہ، اور کچھ محفل خوباں کی شعری مجموعہ) میری نظر سے گذر چکی ہیں، خوش تر شناشی کے تابندہ نقوش کے طور پر منصور خوش تر ہمہ جہت فنکار مرتبہ ڈاکٹر احسان عالم بھی میرے مطالعہ میں رہی ہے، اول الذکر دو کتابیں اکیسویں صدی میں اردو غزل اور پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی: ایک نابغہ مضامین کا مجموعہ ہے، یہ مضامین ان کے اپنے نہیں ہیں، دوسروں کے ہیں؛ جسے انہوں نے خاص سلیقہ سے مرتب کردیا ہے اس مجموعہ میں ان کا اپنا ایک مقالہ بھی جمال اویسی کی شاعری پر ہے، اپنی بات کے ذیل میں انہوں نے اکیسویں صدی میں اردو غزل کے بارے میں مختلف نقادوں کے حوالہ سے سیر حاصل بحث کیا ہے، یہ طویل مقالہ ہے، جو اڑتالیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ان دونوں کے علاوہ سینتیس اور مضامین ملک کے نامور اہل قلم کے ہیں، ان ناموران علم وادب اور اساطین کے ساتھ تازہ واردان بساط علم نے بھی اس موضوع پر اپنے گہرے مطالعہ اور بصیرت کا ثبوت پیش کیا ہے، ۳۱۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اکیسویں صدی میں اردو غزل کے بدلتے رجحان اور فکری وفنی آہنگ کو سمجھنے کے لیے کافی ہے، اردو غزل کے حوالہ سے ایک جگہ اتنا سارا مواد اکٹھا کر دینا ’’کار‘‘ نہیں ’’کارنامہ‘‘ ہے۔

پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی: ایک نابغہ، اکیس اہل قلم کے ان مقالوں کا مجموعہ ہے جو مناظر عاشق ہرگانوی کی ہمہ جہت ادبی وتنقیدی شخصیت کے حوالہ سے قلم بند کیے گیے ہیں، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی تحقیق تخلیق اور تنقید کا کینوس بڑا وسیع ہے، انہوں نے تمام اصناف ادب پر کام کیا ہے، (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

Naqeeb\Naqeeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\Naqeeb 04.12.2017.inp 07/04/39 12:26 & PAGE 5 (1,1)

اگراب بھی نہ جاگے تو!

مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

آج عالمی سطح پر دینی واسلامی بیداری کی لہر کا ہر جگہ چرچا ہے کچھ علاقوں کو مستثنیٰ کر کے ہمارے دینی مدارس کے طلباوطالبات میں خوش حال گھرانوں کی نمائندگی بہت ہی کم ہے، محل نما گھروں میں رہنے والوں، کروڑوں کے قیمت والے فلیٹوں میں زندگی بسر کرنے والوں، شام کو پارکوں میں سیر سپاٹا کرنے والوں، دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ رات کو دیر تک باہر رہنے والوں اور ریستورانوں میں رات کا کھانا (ڈِنر) کھانے کی عادت والوں کے لیے ہمارے مدارس کا دینی ماحول راست نہیں آسکتا اور آئندہ بھی ان سے دینی مدارس کا رخ کرنے کی امید نہیں کی جاسکتی، ایک طرف گاؤں اور شہروں کا یہ حال ہے تو دوسری طرف اپنے گھروں سے دور بڑے بڑے شہروں میں تعلیم کے لیے قیام پذیر ہمارے نونہالان ڈگریوں کے حصول کے معاً بعد اچھی کمپنیوں سے منسلک ہوجاتے ہیں، پھر وہاں کا مخلوط ماحول ان کی رہی سہی اخلاقی حالت کی کسر کو بھی پورا کر دیتا ہے۔

اب آپ ہی بتایئے کہ ہماری ان نوخیز نسلوں کو اخلاق سوز وایمان سوز حرکتوں سے باز رکھنے کی خاطر بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کہاں موقع رہ جاتا ہے، لیکن ان سب کے باوجود ہم مایوس نہیں، اسلام میں ناامیدی ومایوسی کفر ہے، اللہ پاک کی کمال قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ سکنڈوں سے بھی کم وقت میں دلوں کے حالات تبدیل کر دیتے ہیں، ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھی الحمدللہ ہمیں امید کی کرن نظر آرہی ہے، ابھی پانی سر سے اونچا نہیں ہوا ہے، اب بھی اس سیلاب پر بند باندھا جاسکتا ہے اور اس کو روکنے میں اللہ کی مدد سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے، بشرطیکہ اس مسئلہ کی نزاکت کا ہمیں اندازہ ہو اور ہم صرف خیالی جزیروں میں پناہ لے کر یا ساحل کے خاموش تماشائی بن کر نہ بیٹھ جائیں۔

(۱) سب سے پہلے والدین اور سرپرستوں میں اس حسّاس مسئلہ اور ایمانی المیہ کے تئیں بیداری پیدا کی جائے کہ غیر محسوس طریقہ پر ہماری نئی نسل کس طرح اسلام سے دور ہو کر شرک وکفر کی دلدل میں پھنستی جارہی ہے، جمعہ کے خطبات اور جلسوں سے زیادہ اب سوشل میڈیا سے بھی ہمیں اس سلسلے میں فائدہ اٹھانا چاہیے، اس طرح کے ہوش ربا واقعات کی چھوٹی چھوٹی کلپ بنا کر واٹس ایپ میں عام کی جائے اور اس پر مختصر تجزیاتی دعوتی گفتگو کے ذریعہ مثبت انداز میں حکمت کے ساتھ اس کو روکنے کی ممکنہ عملی کوششوں سے والدین وسرپرستوں کو آگاہ کیا جائے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے الفاظ میں ان کو بتایا جائے کہ ”شرک وکفر صرف مندروں میں جا کر گھنٹی بجانے اور بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا نام نہیں بلکہ نماز روزوں کے ساتھ اسلام کے ابدی قوانین پر ہلکے سے شک وشبہ سے بھی صاحب ایمان ایمان سے نکل کر شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے“۔

(۲) آن لائن دینی تعلیم کے جو کامیاب نظام سوشل میڈیا کے ذریعے چل رہے ہیں گھر بیٹھے ان سے اپنے بچوں کو منسلک کریں تا کہ روزانہ آدھ یا پون گھنٹہ ہی سہی وہ گھر بیٹھے قرآنی ودینی تعلیم حاصل کریں۔

(۳) بابری مسجد کی شہادت کے بعد ہمارے ملک میں مسلمانوں میں تعلیمی بیداری میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے، تقریباً ہر شہر میں مسلمان اپنے تعلیمی اداروں کے قیام میں خود کفیل ہوگئے ہیں اور اچھے معیاری مسلم اسکولس بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ قائم ہوگئے ہیں، والدین طے کریں کہ کم از کم بارہویں تک ہر حال میں مجھے میری اولاد کو مسلم اور ملّی اسکولوں ہی میں پڑھانا ہے، چاہے اس کے لیے ایمان واخلاق کی بقا کی فکر میں کچھ قربانی دینی پڑے۔

(۴) ہمارا کوئی مسلم محلّہ جزوقتی مکاتب سے خالی نہ ہو، گاؤں اور شہروں میں قائم شبینہ وصباحی مکاتب میں صرف ناظرہ قرآن پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ ہفتہ میں کم از کم دو تین دن ایمانیات اور فقہ اسلامی وسیرت نبوی کے اسباق کا بھی نظم کیا جائے اور طلبا کی نفسیات وضروریات کے مطابق ملک بھر میں اس سلسلہ میں جو نصابی کتابیں اسلامیات ودینیات کی تیار ہوئی ہیں، ان سے مدد لی جائے۔

(۵) مسلم اسکولوں کے ذمہ داران بھی کم از کم روزانہ ایک گھنٹہ اپنے تعلیمی اداروں میں ناظرہ قرآن کے علاوہ عقائد، سیرت اور فقہ وغیرہ کے لیے خاص رکھیں، چاہے اس کے لیے اپنے موجودہ نظام تعلیم کے اوقات میں شروع یا اخیر میں ایک آدھ گھنٹے کا اضافہ کرنا پڑے، جیسا کہ کیرلا اور گجرات کے اکثر مسلم اسکولوں میں اس پر توجہ دی گئی ہے۔

(۶) مسلم کالجس اور ہائی اسکولوں میں ہفتہ میں کم از کم ایک گھنٹہ کے لیے مثلاً جمعرات یا سنیچر کو علماء کے محاضرات رکھے جائیں، جس میں اسلام وایمان کی جزئیات اور عقائد کی باریکیوں اور حلال وحرام کی تفصیلات کے ساتھ اسلام کی برتری اور اس کے قوانین کے منطقی وعقلی ہونے پر طلبا سے خطاب کیا جائے۔

(۷) جو طلبا اپنے گھروں سے دور مختلف شہروں میں زیر تعلیم ہیں مسلم اداروں کی طرف سے ان شہروں میں ہوسٹلوں کا خود نظام کیا جائے تا کہ ان کو اپنے پاس اپنی نگرانی میں رکھ کر اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کے ساتھ ان کی اخلاقی ودینی تربیت کی جاسکے اس کے لیے ان ہوسٹلوں میں نماز باجماعت کے اہتمام کے ساتھ روزانہ ایک گھنٹے کے دروس کے ساتھ ان کی ذہن سازی کا بھی کام کیا جائے، یاد رہے کہ عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں کی طرف سے گذشتہ کئی سالوں سے خاموشی سے مسلم طلبا کو دین سے دور کرنے کی غرض سے پورے ملک میں اس کا جال پھیلایا جارہا ہے۔

(۸) شہروں میں پہلے سے قائم اس طرح کے مسلم ہاسٹلوں یا اقامت گاہوں کے ذمہ داران سے اجازت لے کر ہفتہ میں دو تین دن عشاء بعد یا کسی اور مناسب وقت میں ان کی دینی تعلیم کا نظم کیا جائے اور اس کے لیے اچھے معیاری علماء وعالمات کا انتخاب کیا جائے جو ان نوجوانوں وبچیوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر ان کی دینی تربیت کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(۹) اگر مسلم اسکولوں یا کالجس کے ذمہ داران اپنی سیکولر امیج کی بقا کی فکر میں اپنے یہاں زیر تعلیم طلبا کی دینی تعلیم کا نظم کرنے اور اس کے لیے علماء کے تقرر پر آمادہ نہ ہوں تو ان سے کہا جائے کہ ہمارا ادارہ اپنے خرچ پر دینی تعلیم کے معلمین آپ کو فراہم کرنے کے لیے تیار ہے، آپ صرف اس کے لیے اسکول شروع ہونے سے پہلے ہمیں آدھے گھنٹہ کا وقت دیں اور بچوں کو صبح میں صرف آدھ گھنٹہ جلدی لانے کا نظم کریں، ملک کے مختلف مسلم اداروں کی طرف سے تنخواہیں دے کر دوسرے مسلم اسکولوں میں اسلامیات کے معلمین فراہم کرنے کا کامیاب تجربہ الحمدللہ ملک کے مختلف شہروں کوکن، اورنگ آباد، حیدرآباد وغیرہ میں ہورہا ہے، اب اس تجربہ کو دوسرے شہروں تک وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۰) سول سروس میں مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے جو ادارے مسلم طلبا کو کامیاب تربیت دے رہے ہیں وہاں زیر تعلیم طلبا کی دینی ذہن سازی کا کام وہاں کے مقامی علماء یا دینی اداروں کی طرف سے ابھی سے کیا جائے تا کہ مستقبل قریب میں ملک میں بڑے سرکاری مناصب پر فائز ہونے کے بعد بھی ان کی دینی شناخت باقی رہ سکے اور وہ ملک کی انتظامیہ میں بھی پہنچ کر اسلام کی صحیح ترجمانی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(۱۱) مشنری، غیر اسلامی اور سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم طلبا کے لیے سنڈے کلاسس کا اچھے پیمانہ پر ہمارے دینی مدارس میں نظم کیا جائے، اس کا ہم نے سنگاپور میں مشاہدہ کیا، الحمدللہ یہ بڑا کامیاب تجربہ ہے، یونیفارم کے ساتھ اتوار کے دن تین گھنٹے کے یہ کلاسس ہوتے ہیں جو بڑے کامیاب ہیں اور اسلامیات کے امتحانات کے بعد ان کو ترغیبی انعامات گولڈ میڈل وسلور میڈل وغیرہ کی شکل میں دیئے جاتے ہیں۔

(۱۲) اسکولوں وکالجس کی سالانہ چھٹیوں میں مختصر مدتی ہفت روزہ، پندرہ روزہ دینی کورسس کا نظم ہمارے علماء یا ذمہ داران خود اپنے مدارس کی چہار دیواری میں یا شہروں میں اچھی اور پُرکشش جگہوں میں کریں، اگر ممکن ہو تو مدارس میں قیام کروا کر ان بچوں کی دینی تربیت بھی کی جائے، اس دوران ان کی دلچسپی وترغیب کے لیے کھیل کود کے مقابلے بھی رکھے جائیں اور کیمپ کے اختتام پر ان کو ایک آدھ دن کے لیے شہر سے دور تفریح کے لیے لے جا کریں، اس دوران ان پر ہونے والی تربیتی وتعلیمی محنت کا جائزہ بھی لیا جائے۔

سب سے آسان اور فوری قابل عمل نسخہ: اسلام پر بڑھتی اعتماد کی کمی میں اب ہمارے ملک میں صرف خوش حال گھرانوں کے بچے اور بچیاں نہیں رہ گئے ہیں، اعلیٰ تعلیم کے شوق میں اسکالرشپ یا دوسروں کی مدد سے تعلیم حاصل کرنے والے درمیانی یا غریب گھرانوں کے لڑکوں کا بھی حال کچھ کم قابلِ تشویش نہیں ہے، تعلیم سے فراغت کے بعد شادی سے پہلے ملازمت کے نہ ملنے پر گھروں میں بے کار بیٹھے رہنا ان کے لیے گوارا ہے، لیکن ایک سالہ عالمیت کے مختصر مدتی کورس میں داخلہ لینا ان کے لیے سببِ عار ہے، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے زعم میں وہ اس کو اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں، اب ایسے بچوں کو ہم جبر واکراہ سے دینی مدارس میں داخل نہیں کرسکتے، والدین اگر ذہناً بھی تیار ہوجائیں تو بچے آمادہ نہیں، اگر بچوں کو شوق ہوجائے تو والدین وسرپرست ان مدارس میں اپنے نونہالوں کو بھیجنا اپنی شان کے منافی سمجھ کر ان کو روک دیتے ہیں، ان سب محرکات کے تناظر میں ایک کامیاب، آسان اور عملی شکل جو ہوسکتی ہے وہ یہ کہ ان کو اس کے لیے ایک سالہ یا دوسالہ عالمیت کورس کے نام سے دعوت نہ دی جائے، بلکہ صرف یہ کہا جائے کہ صرف ایک ہفتہ یا پندرہ دن یا ایک ماہ کا کورس ہے، وہ بھی صرف روزانہ ایک گھنٹہ کے لیے، ہفتہ میں اتوار کو چھوڑ کر صرف چھ دن، اس کو آپ اپنی جاری تعلیم یا ملازمت یا گھریلو یا خانگی مشغولیات کے ساتھ بھی پورا کرسکتے ہیں، مثلاً آپ کالج یا یونیورسٹی یا کمپنی کی ملازمت سے شام کو پانچ بجے فارغ ہوتے ہیں تو چھ بجے تک گھر پہنچ کر گھریلو ضروریات سے فارغ ہو کر ۶ سے ۷ یا ۷ سے ۸ یا ۸ سے ۹ کا وقت دیں، ایک ہفتہ کے اس دینی کورس میں آپ کا جی لگے تو پندرہ دن کا کریں، پندرہ دن تک پسند آئے تو پھر ایک ماہ، اسی طرح سہ ماہی اور ششماہی قرآنی ودینی نصاب مکمل کریں، کالجس میں زیر تعلیم یا وہاں سے فارغ طالبات یا طلبا جب اس پُرکشش قرآنی ودینی نظام میں شرکت پر آمادہ ہوجائیں تو ذمہ داران اور معلمین ومعلمات کو یہ سمجھ لینا ہے کہ پہلے ہفتہ ان کو صرف سورہ فاتحہ کے ساتھ چھ سورتیں اور نماز کے پورے اذکار زبانی یاد کرانے ہیں اس کے ساتھ ایک صفحہ ناظرہ قرآن درست کرانا ہے، روزانہ پانچ مسائل بتانے ہیں، ایمانیات پر روزانہ دس منٹ بات کرنی ہے جس میں شرک وکفر کی جزئیات کو بیان کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں، کمالات واختیارات اور بے پناہ تصرفات کے مالک ہونے کو بیان کرنا ہے، پانچ منٹ سیرت نبوی کی اہم باتیں خلاصہ کے طور پر بیان کرنی ہیں اسی طرح روزانہ ان کو ایک سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دینی ہے، مثلاً پہلے دن باوضو رہنے، دوسرے دن اول وقت میں نماز پڑھنے، تیسرے دن رات کو سورہ معوذتین پڑھ کر سونے وغیرہ کی فضیلت کی روزانہ ایک سنت پر عمل کی ان کو ترغیب دینی ہے اور ہر دوسرے دن اس کا جائزہ بھی لینا ہے، اس پورے پس منظر میں ضروری ہے کہ ان بچوں اور بچیوں کے مزاج اور نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کو گھر کے ماحول کی طرح اس تعلیم کے دوران پُرکشش ماحول فراہم کیا جائے تا کہ ان کو وحشت نہ ہو، ذاتی یا کرایہ کی جس عمارت میں بھی اس جزوقتی مدرسہ کا نظم ہو وہ دلکش ہو، صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جائے، اچھے علاقہ میں اس کا محل وقوع ہو۔ غرض یہ کہ وہ سب اسباب ووسائل جن کے نہ ہونے سے اچھے گھرانوں کے اور عصری تعلیم یافتہ بچے اور بچیاں مدارس سے آج کل بہانہ بنا کر وحشت محسوس کرتے ہیں، ہمیں اسلامی حدود میں رہتے ہوئے جائز حد تک ان سب طبعی ضروریات کا انتظام کرنا ہے، حسبِ ضرورت ان کو گھروں سے لانے لے جانے کے لیے سواریوں کا بھی نظم کرنا ہے، اس طرح امید ہے کہ جو نوجوان بچیاں اور بچے مدرسوں میں آنے سے کتراتے ہیں، یا جن کے پاس اپنی ملازمتوں یا تعلیم میں مشغولیت کی وجہ سے مستقل اپنا وقت بنیادی دینی تعلیم کے لیے فارغ کرنے کی گنجائش نہیں وہ مختصر وقتی ان کورسوں سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھا پائیں گے، اگر کسی نے تین ماہ، چھ ماہ یا ایک سال کا کورس مکمل بھی نہیں کیا، صرف ایک دو ہفتہ تک ہی فائدہ اٹھایا تو کم از کم روزمرہ کے اہم دینی فرائض سے واقف ہوجائیں گے اور حرام وحلال کے تعلق سے موٹی موٹی باتیں ان شاءاللہ ان کے ذہن نشین ہوجائیں۔

سیرت نبوی کا مطالعہ

محمد رضاء اللہ قاسمی

روئے زمین پر بہت ساری شخصیات نے انسانوں کے ایک بڑے طبقہ کو متاثر کیا ہے۔ موجودہ دور انسانیت جن سماجی اور معاشرتی مسائل سے دوچار ہیں، آج ان کا حل کسی نہ کسی درجہ میں گذرے ہوئے یا موجود شخصیات کی زندگیوں سے حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ طریقہ کار ہر دور میں رائج بھی رہا ہے، جس شخصیت کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے، ہر مطالعہ کرنے والا اس کی زندگی اور کمالات کا موازنہ خود اپنی زندگی، اعمال اور حالات سے کرتا ہے، جن سے اسے ترغیب ملتی ہے کہ ان کے ذریعہ زندگی کے نشیب وفراز آسانی سے پار کئے جاسکتے ہیں، اس لحاظ سے بحیثیت مسلمان ہماری توجہ کا بنیادی مرکز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہونی چاہئے اور اس جانب حق وصداقت اور عدل وانصاف سے ناواقف دنیا کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی سے متعارف کرانا اور اس کے لیے تمام معقول ذرائع اختیار کرنا بھی اولین ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اب تک مختلف زبانوں میں سینکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور اس کا سلسلہ جاری ہے، ہمارا ایمانی تقاضہ ہے کہ زندگی میں ایک سے زائد سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے؛ لیکن اگر ہم جائزہ لیں تو ایسے قابل قدر افراد ملیں گے، جنہوں نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی سیرت رسول کا مطالعہ کیا ہو؟ اس لیے اس سلسلہ میں ہمیں غور کرنا ہوگا کہ جن لوگوں نے کتب سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا ہے، ان کے پیش نظر اب مطالعہ کا طریقہ اور ترجیحات کیا ہونے چاہئے؟ دوسرے یہ کہ افراد ملت میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کا رجحان کیسے فروغ دیا جاسکتا ہے؟ جن لوگوں نے سیرت رسول کا کبھی مطالعہ ہی نہیں کیا، اس میں مطالعہ کی ترغیب دلانے کے مختلف طریقے ہیں، اس کے لیے جگہ جگہ پروگرام، سیمینار وغیرہ یا کتابیں دستیاب کراکے مطالعہ کا رجحان پیدا کیا جاسکتا ہے، البتہ جو لوگ سیرت رسول کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کے ذہن ودماغ میں واضح ہو کہ قرآن مجید کا نزول انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے ہوا ہے، اس لحاظ سے اس کا پڑھنا ہر ایمان والے پر لازم وضروری ہے، قرآن مجید کا پڑھنا اور اسے بہتر واحسن طریقہ سے سمجھنا مطالعہ سیرت کے بغیر ممکن نہیں ہے؛ کیونکہ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ اور اسوہ قرار دیا گیا ہے، مطالعہ سیرت میں احادیث رسول کے علاوہ سیرت مبارکہ پر لکھی گئی کتابیں بھی شامل ہیں، واضح رہے کہ انسان کی ذہنی ساخت اور فہم وادراک کی قوتوں پر زمانے کا گہرا اثر ہوتا ہے، اس لیے سیرت کے مطالعہ کرنے والوں کو زمانے کی واقفیت بھی ضروری ہے، اس تناظر میں ہر مطالعہ کرنے والوں کو یہ بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ سیرت نبوی کا کونسا پہلو حالات وضروریات کے تحت انقلاب برپا کرسکتا ہے؟ اس لیے سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کے وقت چند امور ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مثالی نمونہ ہے، اس حیثیت سے ہر شخص سیرت پاک کی روشنی میں اپنی دنیا وآخرت کو سنوار سکتا ہے۔ مطالعہ کا طریقہ کار یہ ہو کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو زندگی کے رہنما ثابت ہو؛ یعنی ہمارا تعلق اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مضبوط ومستحکم ہو، ہمارا عمل اور کردار خالص مومنانہ ہو، ہمارے معاملات میں شفافیت ہو، انسانیت کی خدمت اور بھائی چارگی کا جذبہ ہو، صلہ رحمی رگ وریشے میں پیوست ہو، قیامت اور آخرت پر یقین کامل ہو۔

(۲) رسالت پر ایمان کا اہم ترین تقاضہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اتباع کے لیے قابل عمل نمونے پیش کرتی ہے، آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا جاگنا، بول چال، گھر والوں ور پڑوسیوں کے لیے آپ کا کردار، معاشرتی امور پر توجہ اور ان کے اصلاح کی کوشش، صبح سے شام تک کے تمام معاملات میں آپ کے اسوہ کے مختلف پہلو رہنما بن جاتے ہیں، یہ ایک اعزاز واکرام کی بات ہوگی کہ آپ خود ان عملی پہلوؤں کو سمجھیں اور عملاً اپنی زندگی میں اختیار کریں، مثلا: آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ بھی کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہ کھاتے، ہر حال میں اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملتے، جب بھی جہاں بھی برائی دیکھتے تو اس کو ہاتھ سے مٹاتے، سیرت نبوی کا مطالعہ ان عملی پہلوؤں کو ان کی حقیقی معنی میں سمجھنے اور اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کے لئے ہونا چاہئے۔

(۳) موجودہ حالات کی بہتری کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کو ڈھونڈھنے کی ضرورت ہے، جن کے ذریعہ اصلاح کا کام بہ آسانی کیا جاسکتا ہے؟ حالات کے صحیح فہم وشعور سے متعلق کیا رہنمائی ملتی ہے؟ سیرت کا مطالعہ اس طرح ہو کہ حالات سے متعلق ان امور کے لیے مؤثر رہنمائی میسر آجائے، حالات کی بہتری کے لیے نبوی لائحہ عمل کا ہر جز اپنے اندر رشد وہدایت کا بے پناہ سامان رکھتا ہے، اس کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

(۴) مخلوط سماج کی بھلائی کے لیے سیرت رسولؐ سے کیا رہنمائی میسر آتی ہے؟ مختلف اقوام کے ساتھ تعاون دینے اور لینے کے کیا رہنما اصول معلوم ہوتے ہیں؟ دیگر اقوام کے مذہبی رسوم ورواج کی موجودگی میں افراد ملت کیسے اپنا تشخص برقرار رکھ سکتے ہیں؟ سیرت کے مطالعہ سے ان پہلوؤں پر بھی اطمینان ہونا چاہئے اور انفرادی واجتماعی عمل کی ترغیب بھی ملنی چاہئے۔ اس ضمن میں مطالعہ اور غور وفکر کے لئے مکی دور اور مدنی دور کے ابتدائی سال بھی پیش نظر رہنے چاہئے۔

(۵) کسی بھی قابل عمل تصور اور منصوبہ کو سمجھانے کا آج کل ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا جارہا ہے، مختلف عمر کے بچوں کو کوئی بھی تصور یا منصوبہ اس طرح سمجھایا جاتا ہے کہ وہ تمام متعلقات سے بخوبی واقف ہوجائیں، کسی بھی میدان میں اپنائے جانا والا یہ ایک منفرد طریقہ ہے، اگر سیرت رسول کا ہم اپنے بچوں کے ساتھ مطالعہ کریں تو نہ صرف ان میں پیارے نبی سے متعلق محبت وعقیدت میں اضافہ ہوگا؛ بلکہ سیرت کے ایسے بے شمار پہلو رونما ہوں گے، جنہیں سمجھاتے ہوئے خود ہمارے علم وفہم میں اضافہ ہوگا اور سیرت کے مختلف پہلوؤں کو نئے سرے سے سمجھنے میں مدد ملے گی، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن کی پاکباز زندگی، تعلیم وتربیت کے لیے آپ کا دیہات میں گذر بسر، غار حرا میں قیام، وحی کا نزول، آپ کا امی ہونا، بچوں کے لیے آپ کی شفقت ومحبت، واقعہ معراج وشق القمر، ابتلا وآزمائش، ہجرت، غزوات وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر ہم روزمرہ کے انفرادی واجتماعی معمولات ومعاملات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں انجام دیں گے، اسی قدر ہمارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پروان چڑھے گی۔

(**بقیہ: طلاق شدہ خواتین اور سماج کی ذمہ داریاں**) بھائیوں بہنوں، چچاؤں پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کا نفقہ واجب ہے؛ بشرطیکہ وہ ضرورت مند ہوں اور خود کسب معاش سے قاصر ہوں۔ بہت بڑے حنفی فقیہ علامہ سرخسیؒ نے صراحت کی ہے کہ یہ جو مختلف رشتہ داروں پر نفقہ واجب ہوتا ہے، یہ صرف مستحب یا مستحسن نہیں ہے؛ بلکہ واجب ہے؛ اس لئے محرم رشتہ دار بچوں، عورتوں اور معذور مردوں کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا: ”**یجبر علی نفقة کل ذی رحم محرم منه الصغار والنساء واھل الزمانة من الرجال**“. (المبسوط للسرخسی: ۲۲۳/۵) لیکن اللہ سے بے خوفی، احکام شریعت سے بے اعتنائی، رشتوں کے معاملہ میں بے مروتی اور خودغرضی کی وجہ سے آج کل والدین اور دادا، دادی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے یہ توقع رکھنا صحراء سے پانی کی اُمید رکھنے کے مترادف ہے کہ وہ احکام شریعت کے مطابق مطلقہ خواتین کا نفقہ ادا کریں گے؛ اس لئے والدین کی موجودگی میں بیٹی اگر خدانخواستہ طلاق یا بیوگی سے دوچار ہوجائے تو اولاً تو اس کے نکاحِ ثانی کی فکر کرنی چاہئے، قرآن نے ایسے لوگوں کے نکاح کا حکم دیا ہے: ﴿**وانکحوا الا یامی منکم**﴾ (سورۃ نور: ۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں جوں ہی کوئی خاتون بیوہ یا مطلقہ ہوتی تھی، جلد سے جلد ان کا نکاح کردیا جاتا تھا، عدت گذرنے سے پہلے ہی ان کے رشتے آنے لگتے تھے؛ اس لئے قرآن مجید نے عدت وفات گذرنے سے پہلے رشتہ طئے کرنے کو منع فرمایا، (سورہ بقرہ: ۲۳۲) اس طرح نہ صرف ان کی کفالت ہوتی تھی؛ بلکہ ان کو ایک ململ خاندان مل جاتا تھا، افسوس کہ آج کل والدین ایسی خواتین کے نکاح کی طرف توجہ نہیں دیتے، بعض اوقات ایک نوجوان لڑکی بیوہ ہوتی ہے اور اسے پوری زندگی بیوگی میں گزارنا پڑتا ہے، وہ خود حیا سے کہہ نہیں پاتی اور ماں باپ توجہ نہیں دیتے ہیں، غور کیجئے یہ خواتین کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے، اگر کوئی شوہر یا بیوی چند دنوں ایک دوسرے سے دور رہیں تو یہ چیز ان کو ذہنی طور پر بے سکون کردیتی ہے، تو ایک لڑکی کو زندگی بھر تجرد کی سزا دی جائے، کیا یہ انصاف کی بات ہے؛ اس لئے ان کے نکاح کی فکر کرنی چاہئے اور اگر وہ خود حیا کریں تو ان کو سمجھانا چاہئے؛ لیکن اگر کسی وجہ سے ان کا نکاح نہ ہوسکے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ ان کی کفالت کا مناسب انتظام کیا جائے، اس انتظام کی ایک شکل یہ ہے کہ والدین اپنی جائیداد کا ایک حصہ ایسی بے سہارا بیٹی کو ہبہ کردیں، جس سے آئندہ اس کی گذرِ اوقات کا انتظام ہوسکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حالات میں اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ اولاد کے درمیان نابرابری برتی جائے، اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز دی جائے اور دوسرے کو نہیں دی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کا ایک معاملہ آیا، حضرت بشیر بن سعدؓ نے اپنے صاحبزادہ نعمان ابن بشیرؓ کو کوئی خاص چیز خصوصی طور پر ہبہ کرنی چاہی اور ان کی خواہش تھی کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنایا جائے؛ چنانچہ وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی گزارش پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو یہ چیز دی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں ایسے نامنصفانہ اور ظالمانہ عمل پر گواہ نہیں بن سکتا: ”**لا اشھد علی الجور**“ (نسائی، کتاب النحل، حدیث نمبر: ۳۶۷۱) چنانچہ وہ اس سے باز آگئے؛ لیکن یہ حکم عام حالات کے لئے ہے، اگر خصوصی حالات کی بنیاد پر کسی کو زیادہ دے دیا جائے، یا اولاد میں سے ایک کو دیا جائے اور دوسرے کو نہ دیا جائے تو وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہے، مثلاً ایک شخص کے کئی بچے ہیں، بعضوں نے تعلیم حاصل نہیں کی، بعض کاروبار میں لگ گئے؛ لیکن ایک بیٹا تعلیم کی طرف متوجہ ہے اور اس نے میڈیکل انٹرسٹ پاس کرلیا ہے تو اب باپ ایک خطیر رقم اس کی فیس پر ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ یہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے ہے، اگر ایسا نہ ہو تو ایک بچہ کے جاہل رہنے کی وجہ سے یا اس کی تعلیم کے وقت والد کے تنگ دست ہونے کی وجہ سے تمام ہی بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے محروم رکھنا پڑے گا، ظاہر ہے کہ یہ شریعت کے مزاج کے مطابق نہیں ہے؛ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگرچہ تمام اولاد کے درمیان مساویانہ سلوک کرنا چاہئے اور یہی بہتر ہے؛ لیکن یہ ہر حال میں واجب نہیں ہے، اگر اولاد میں سے کسی کی مجبوری یا اس کی کسی خاص ضرورت کی وجہ سے اس کو خصوصی طور پر کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے: ”**وإن کان بعض اولاده مشتغلا بالعلم دون الکسب لا بأس بأن یفضله علی غیره**“ (مجمع الانہر: ۳۵۸/۲)

صحابہ کے دور میں بھی ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ انھوں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو عطیہ دینے میں ترجیح دی، حضرت ابوبکر صدیقؓ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کھجور کی پیداوار میں سے بیس وسق (اس زمانہ کا ایک پیمانہ) اپنے تمام بچوں کے مقابلہ زیادہ دیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کو اپنے صاحبزادہ حضرت عاصمؓ سے خصوصی اُنس تھا؛ چنانچہ انھوں نے ان کو خصوصی طور پر کچھ چیزیں عطا فرمائی تھیں، (شرح السنہ للبغوی: ۲۹۷/۸) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی اُم کلثوم سے ایک صاحبزادی تھی، انھوں نے ان کو اپنی دوسری اولاد کے مقابلہ چار ہزار درہم زیادہ عنایت فرمائے، (عمدۃ القاری: ۱۴۷/۱) غرض کہ ماں باپ کے لئے گنجائش ہے کہ اپنی اولاد میں سے کسی کی خصوصی حالت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس کو جائیداد کا کوئی حصہ اضافی طور پر ہبہ کردے؛ اس لئے اگر والدین کے اندر استطاعت ہو اور خدانخواستہ کوئی بیٹی ایسی حالت سے دوچار ہو اور اس کے اندر ایسی صلاحیت نہیں ہو کہ وہ خود کسبِ معاش کرسکے تو بہتر ہے کہ اس کے لئے کچھ سرمایہ محفوظ کردے، یا اپنی زمین ومکان کا کوئی حصہ ہبہ کردے، جو اس کے لئے سہارا بن سکے۔ اگر والد موجود نہ ہوں یا اس موقف میں نہ ہوں کہ اس کی کفالت کرسکیں تو پھر خاندان کے لوگوں کو اجتماعی طور پر اس ذمہ داری کو انجام دینا چاہئے، جیسے اگر مطلقہ عورت کے چار بھائی ہیں تو چاروں مل کر اس کے خرچ کو اپنے اوپر تقسیم کرلیں، اگر اس کے کئی چچا یا کئی ماموں ہوں تو ان سب کو مل کر اس ذمہ داری کو ادا کرنا چاہئے، ورنہ عنداللہ سب کے سب جوابدہ ہوں گے، اور حق تلفی ایسا گناہ ہے کہ انسان کی عبادتیں بھی اس کی تلافی نہیں کرسکتیں، کیا بہتر ہو کہ مسلم سماج میں خاندان کا ایک اجتماعی نظام تکافل ہو، جیسے ایک شخص کے تحت آنے والی دو پشتیں، بیٹا، باپ اور دادا مل کر ایسا نظام بنائیں کہ اگر خاندان کی کوئی عورت بیوہ ہوجائے یا طلاق کی نوبت آجائے یا اس کا شوہر معذور ومفلوج ہو اور اس کے لئے کوئی سہارا نہیں ہو، تو ہم اجتماعی طور پر ایسی خواتین کی کفالت کریں گے، اگر خاندان کی دو پشتوں کو سامنے رکھا جائے، جو دادا سے لے کر پوتوں تک ہو تو عام طور پر اس کی تعداد پچیس تیس تک پہنچ جاتی ہے، اس میں دس پندرہ افراد کمانے والے ہوتے ہیں اور ان کمانے والوں میں بعض پر زکوٰۃ بھی واجب ہوتی ہے اور خاندان کے اس مختصر ڈھانچہ میں بمشکل ایک آدھ ایسی مطلقہ یا بیوہ عورت ہوسکتی ہے، جن کی اولاد کمانے اور ان کی کفالت کرنے کے لائق نہیں ہوئی ہو، اتنے سارے افراد مل کر بآسانی ایسی ایک آدھ بیوہ ومطلقہ عورت کی بے سہارگی کو دُور کرسکتے ہیں، یہ رسول اللہؐ کی سنت بھی ہے، حضور کے چچاؤں میں حضرت ابوطالب غریب تھے، دوسرے چچا حضرت عباسؓ صاحب ثروت تھے اور حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد خود آپؐ کی مالی حالت بھی بہتر ہوگئی تھی، آپ انے اس موقع پر حضرت عباسؓ کو تیار کیا اور حضرت ابوطالب سے پیشکش کی کہ ہم دونوں آپ کے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابوطالب حضرت عقیل کو تو اپنے پاس سے ہٹانے پر آمادہ نہیں ہوئے؛ لیکن حضرت علیؓ کو آپ کی اور حضرت جعفرؓ کو حضرت عباسؓ کی کفالت میں دے دیا، پس اپنے اعزہ کی کفالت کرنا اور ان کا سہارا بننا رسول اللہؐ کی سنت ہے۔ افسوس کہ اُمت میں ترجیحات کا شعور ختم ہوگیا ہے، بعض حضرات بار بار عمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں، حج نفل ادا کرتے ہیں، مسجد کی تزئین وآرائش پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں، چھوٹی سی آبادی جہاں سو پچاس مصلی بھی جمع نہیں ہوتے، وہاں لق ودق مسجد تعمیر کرتے ہیں، پہلے سے اچھی خاصی مسجد موجود ہوتی ہے؛ لیکن اس کو منہدم کرکے پرشکوہ مسجد بناتے ہیں؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کی قبولیت بڑھ جائے؛ لیکن صلہ رحمی کا جو فریضہ شریعت کی طرف سے عائد کیا گیا ہے، اس سے غافل ہیں، ایک بے سہارا عورت کی سسکیاں ان کے گوشِ دل تک نہیں پہنچ پاتیں اور باپ کی شفقت ومحبت سے محروم بچوں کے آنسو انھیں تڑپانے سے عاجز ہیں، ہماری یہ بے شعوری نہ صرف سماج میں ظلم وناانصافی کو بڑھاوا دیتی ہے؛ بلکہ اس سے اخلاقی مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور لوگوں کو شریعت اسلامی پر زبان کھولنے اور انگلیاں اُٹھانے کا موقع ملتا ہے، کاش! ہم سماج کے اس فراموش کردہ طبقہ پر بھی محبت کی نگاہ ڈالیں اور ایمانی تقاضوں کو پورا کریں۔

eeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\Naqueeb 04.12.2017.inp 07/04/39 12:26 & PAGE 7 (1,1)

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم مشاہیر کی نگاہ میں

سید محمد عادل فریدی

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ تنہا دین ہے، جس کو آفاقی مذہب کہا جا سکتا ہے، جس کے اندر زمانہ کی تمام تبدیلیوں اور تقاضوں کو اپنے اندر سما لینے اور اس کے مطابق پوری دنیا کے انسانوں کی راہنمائی کرنے کی صفت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے ریگزاروں سے نکل کر جب یورپ اور امریکہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ قوموں کے پاس یہ دین پہونچا تو ان کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا اور دنیا کی مہذب ترین اور عقلمند ترین قوموں کو بھی اسلام کی حقانیت، معقولیت اور آفاقیت کا قائل ہونا پڑا، چنانچہ بے شمار غیر مسلم اور مغربی دانشمندوں، سیاست دانوں اور مفکرں نے اپنی زبان سے بار ہا اس کا اقرار اور اعتراف کیا۔ مغربی معاشرہ کے پروردہ نامور دانشوران اور اسکالرز اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین و تذلیل کرنے کی بے شمار کوششوں کے باوجود محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تعریف و توصیف پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ ذیل میں چند غیر مسلم اسکالرز، سیاست دانوں، دانشوروں اور اہم شخصیات کے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی شان میں کہے گئے اقوال اور ان کے اعتراف حق کی مختصر جھلک پیش کی جارہی ہے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ دوست اور ہمنواؤں کو تو چھوڑ دیجئے دشمنوں اور کٹر مخالفوں کے ذہنوں کو کس حد تک اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے متاثر کیا ہے۔

☆ مشہور مغربی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف The Hundred میں جب دنیا کے سو عظیم ترین انسانوں کی فہرست مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور ایسے لوگوں کے ناموں کو ڈھونڈھا جنہوں نے دنیا کی تشکیل میں بڑا کردار ادا کیا ہے تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب میں سب سے پہلے نمبر پر رکھا۔ یہ مصنف ایک عیسائی ہو کر بھی اپنے دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی پوری نسل انسانی میں سید البشر کہے جانے کے لائق ہیں۔ انہوں نے کتاب میں لکھا ہے کہ ’’پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب میں دنیا کے عظیم ترین لوگوں کی فہرست میں پہلا مقام دینے پر بعض قارئین کو تعجب ہوگا اور بعض لوگ مجھ سے سوال کر سکتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا کی تاریخ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی وہ واحد ذات ہے جو مذہبی اعتبار سے بھی اور سیکولر نظریہ سے بھی اس قدر کامیاب ثابت ہوئی۔‘‘

☆ مشہور فرانسیسی شہنشاہ اور مغرب میں فاتح اعظم کے نام سے مشہور نیپولین بوناپارٹ کہتا ہے: میری خواہش ہے کہ میں بھی تعلیم یافتہ اور عقل مند لوگوں کی ایک فوج بناؤں اور قرآن کی تعلیمات کی بنیاد پر اس کی قیادت کروں۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا حیرت انگیز کارنامہ ہے کہ ایک قلیل عرصہ میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے بت پرستی کو چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش کو اختیار کرلیا۔

☆ ہندوستان کی سیاست میں بابائے قوم کے نام سے مشہور مہاتما گاندھی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور آپ کی تعلیمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے: ’’میں بہت مضبوطی کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا ہے اور کوئی بھی نظریہ تلوار کے زور پر اس طرح لوگوں کے دلوں میں گھر نہیں کر سکتا ہے، بلکہ یہ تو پیغمبر اسلام کی غیر معمولی سادگی، اخلاق کریمانہ، بے نفسی، اعتماد و یقین، اپنے صحابہ اور دوستوں کے ساتھ بے لوث محبت وشفقت، دین کے سلسلہ میں بے خوفی اور حق بات کہنے کی جرأت، اللہ پر کامل یقین اور اپنے مشن کے تئیں ان کی خود سپردگی تھی جس نے اسلام کو ان کے دلوں میں راسخ کر دیا‘‘

☆ فرانسیسی مورخ لیمرتین اپنی کتاب History de la Turquie میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ معمولی ساز وسامان کے ساتھ اگر عظیم مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں دنیا کے عظیم ترین انسانوں کا تقابل کیا جائے تو کوئی بھی عظیم تر ہستی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی ہے۔ مشہور زمانہ شخصیات نے فوجیں، قانون اور حکومتیں قائم کیں، اور انہوں نے یہ چیزیں مادی طاقتوں اور وسائل کی مدد سے اکٹھا کیں، مگر پیغمبر اسلام نے صرف قانون، حکومت اور فوج ہی کھڑی نہیں کی، بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو، نہ صرف اس وقت دنیا کی ایک تہائی آبادی کو، بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کو کفر وضلالت، اور جہالت سے نکال کر خدا کی عبادت، تہذیب وشائستگی اور علم وکمال کے نور سے منور کر دیا، آپ نے ان کے قلوب اور روح کو مسخر کرلیا اور انہیں ایک نظریہ کا تابعدار بنا دیا۔ فلسفی، مبلغ، پیغمبر، قانون ساز، سپاہ سالار، ذہنوں کو مسخر کرنے والا دانائی اور حکمت کے عقائد پھیلانے والا، بت پرستی سے پاک معاشرہ تشکیل دینے والا، سیکڑوں ریاستوں کو ایک روحانی حکومت میں متحد کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

☆ بوسورتھ اسمتھ اپنی کتاب Mohammed and Mohammadanism میں لکھتے ہیں کہ قیصر روم اور پوپ نے بھی لوگوں پر اقتدار قائم کیا، لیکن ان کا اقتدار مادی وسائل اور طاقت کے بل بوتے پر تھا، بغیر مادی وسائل اور فوجی طاقت کے قیصر اور پوپ کا اقتدار ممکن ہی نہیں تھا، لیکن اگر کوئی شخصیت ہے، جس نے مادی وسائل اور فوجی طاقت کے بغیر لوگوں کو مسخر کیا اور خدائی قانون کو قائم کیا تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جنہوں نے کسی مادی وسائل اور کسی خارجی مدد کے بغیر انسانوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

☆ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں اینی بیسنٹ کا نام بہت ہی عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے، انہوں نے اپنی کتاب The Life and Techings of Muhammad میں لکھا ہے کہ کسی ایسے شخص کے لیے ممکن ہی نہیں ہے، جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہو کہ وہ آپ کی ذات اور آپ کی تعلیمات سے متاثر نہ ہو۔ آپ خدا کے عظیم ترین پیغامبر تھے۔ میں جب بھی اس معلم عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کا مطالعہ کرتی ہوں تو میں اپنے اندر نئی توانائی اور سکون محسوس کرتی ہوں، اور ہر مرتبہ مجھے آپؐ کے تئیں ایک نئی طرح کی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔

☆ تھامس کارلائل اپنی کتاب Heros and Heros worship میں لکھتے ہیں کہ ’’میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ان کی طبیعت میں نام ونمود اور ریاکاری کا شائبہ تک نہ تھا ہم انہیں صفات کے بدلے میں آپ کی خدمت میں ہدیہ اخلاص پیش کرتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح ایک اکیلے انسان نے غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ قبائل کو ایک بے حد مضبوط، تعلیم یافتہ اور مہذب قوم میں تبدیل کر دیا اور وہ بھی صرف دو دہائیوں کے اندر‘‘

☆ ہندوستان کی تاریخ آزادی میں بلبل ہندوستان کے نام سے مشہور سروجنی نائیڈو اپنی کتاب Ideas of Islam, Speaches and writings میں لکھتی ہیں کہ ’’اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے جمہوریت کی عملی تعلیم دی ہے، اسلام نے جمہوریت کی عملی تعلیم اس طرح دی ہے کہ جب مسجد سے نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے اور اللہ کی عبادت کے لیے بلایا جاتا ہے تو امیر غریب، راجہ اور رنک سب ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کی یکتائی اور کبریائی کے آگے روزانہ دن میں پانچ وقت سر بسجود ہوجاتے ہیں‘‘

مشہور زمانہ ادیب اور ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا اپنی کتاب The genuine Islam میں لکھتے ہیں کہ ’’مجھے کامل یقین ہے کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجودہ دنیا کے حکمراں بن جائیں تو وہ موجودہ انسانی مصائب سے انسانیت کو نجات دلانے میں اور انسانی مسائل کا حل کر کے امن وسکون کی حکمرانی قائم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ یقینی طور پر آپ انسانیت کے نجات دہندہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ آپ کا دین اور آپ کی تعلیمات کو آنے والے دنوں میں یورپ میں قبول کیا جائے گا اور یورپ میں آپ کے دین اور تعلیمات کو قبول کرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔‘‘

☆ اسٹینلی لین پول اپنی کتاب Table Talk of the prophet میں لکھتے ہیں کہ ’’پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں کے بہترین محافظ تھے، آپ نرم گفتار اور شیریں زبان تھے، آپ کی باتیں دلوں میں اثر انداز ہوتی تھیں اور انسان ان کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ جو شخص بھی آپ کو دیکھتا تو آپ کے تئیں عظمت و توقیر کے جذبات سے بھر اٹھتا تھا۔، جو آپ کے قریب جاتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ کو دیکھنے والا آپ کے بارے میں کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ اس نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسی شخصیت کہیں نہیں دیکھی، آپ اتنے عظیم منصب پر فائز تھے، اس کے باوجود جب آپ گفتگو کرتے تو نہایت سادگی اور نرمی سے کرتے لیکن آپ کی باتوں میں یقین واعتماد کی پختگی اور مضبوطی ہوتی تھی، اور کوئی شخص آپ کی بات کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔‘‘

☆ جیمس اے مائکنر نے اپنی تصنیف Islam: The Misunderstood Religion, in reader's digest میں اس طرح رقمطراز ہیں: ’’محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اسلام کی بنیاد ڈالی تقریباً 570 عیسوی میں عرب کے ایک ایسے قبیلہ میں پیدا ہوئے جو بتوں کی پرستش کرتے تھے، آپ یتیم ہی پیدا ہوئے تھے، آپ ہمیشہ غریبوں، ناداروں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں، غلاموں اور سماج کے پسماندہ لوگوں کی خبر گیری کرتے تھے۔ بیس سال کی عمر میں آپ ایک کامیاب تاجر بن چکے تھے، اور اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ ایک مالدار عورت کے اونٹوں کے قافلے کے سردار بنا دیے گئے، جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو آپ کے امپلائر (جن کے ماتحت آپ تجارت کرتے تھے) نے آپ کی صلاحیت کو پہچانا اور آپ کو شادی کا پیغام دیا جبکہ وہ آپ سے ۱۵ سال بڑی تھیں آپ نے ان سے شادی کی اور جب تک وہ حیات سے رہیں، آپ نے ایک وفادار شوہر کا فرض ادا کیا۔ تمام عظیم تر پیغمبروں کی طرح آپ کے پاس بھی اللہ کا فرشتہ اللہ کا پیغام وحی کی صورت میں لے کر آیا اور اس نے آپ سے پڑھنے کے لیے کہا، اگر چہ آپ پڑھے لکھے نہیں تھے، لیکن آپ نے اس خدائی کلام کی اثر انگیزی سے مغلوب ہو کر پڑھنا شروع کیا اور خدائے واحد کی یکتائی اور وحدانیت کا پہلا سبق پڑھا۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ آپ کی پوری زندگی عملی اور پریکٹیکل ہے، آپ کی شخصیت دیومالائی اور افسانوی نہیں ہے۔ جب آپ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا اس وقت سورج میں گرہن لگا، لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آپ کے محبوب بیٹے کے غم میں سورج کو گرہن لگ گیا ہے، لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنے صحابہ کے درمیان اعلان کیا کہ چاند اور سورج میں گرہن لگنا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اس کا تعلق کسی کے مرنے یا جینے سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق کسی کی پیدائش یا موت سے ثابت کرنا احمقانہ طرز عمل ہے۔ خود محمد صلی اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ایک ہنگامہ برپا ہوا اور کچھ لوگوں نے آپ کے انتقال کے تعلق سے طرح طرح کی باتیں بنانی شرع کیں تو اسی وقت آپ کے خلیفہ اور صحابی نے لوگوں کے اس تذبذب کو ختم کیا اور اسلام کی مذہبی تاریخ کا عظیم تر خطاب کیا کہ اگر کوئی شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو جان لے کہ محمدؐ کا انتقال ہو چکا ہے، لیکن اگر تم خدائے واحد کی عبادت کرتے ہو تو جان لو کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے زندہ رہنے والا ہے۔

☆ ڈاکٹر شیلے کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گذشتہ اور موجودہ لوگوں میں سب سے اکمل اور افضل تھے اور آئندہ ان کی مثال پیدا ہونا محال اور قطعاً غیر ممکن ہے۔

☆ ہربرٹ جارج ویلز اپنی کتاب Muhammad and Islam میں لکھتے ہیں کہ اسلام تنہا ایسا دین ہے، جس کے قبول کرنے پر دنیا کے تمام شریف لوگ فخر کر سکتے ہیں،، یہ تنہا ایسا دین ہے، جسے میں نے سمجھا ہے اور میں مکرر اس بات کو کہتا ہوں کہ وہ دین جو خلقت و آفرینش کے رموز و اسرار سے آگاہ ہے اور تمام مراحل میں تمدن و ثقافت کے ہمراہ ہے، وہ فقط اسلام ہے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں تصویر کھینچنے پر پابندی

سعودی حکومت نے مسجد حرام اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تصاویر کھینچنے اور ویڈیوز بنانے پر پابندی عائد کردی ہے۔سعودی وزارت خارجہ نے تمام غیر ملکی سفارت خانوں کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ مسجد حرام اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے اپنے معتمرین اور عازمین حج کو منع کریں کہ اپنے موبائل یا کمیروں سے سیلفیاں اور تصاویر نہ بنائیں،خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے گی۔سعودی وزارت حج کا کہنا ہے کہ حرمین شریفین اور مسجد نبوی میں تصاویر و ویڈیوز پر پابندی اس لئے عائد کی گئی کہ معتمرین اور حجاج کرام اپنا قیمتی وقت تصویروں پر ضائع کردیتے ہیں،جس کی وجہ سے دیگر لوگوں کی عبادات میں بھی خلل پیدا ہوجاتا ہے،چوں کہ زائرین مسجد حرام اور مسجد نبوی کے اندر اور باہر تصاویر لیتے ہیں اور ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے سیکیورٹی خدشات میں اضافہ ہوسکتا ہے،لہذا تمام زائرین لاگو کئے گئے قانون پر سختی سے عمل پیرا ہوں،بصورت دیگر خلاف ورزی کرنے والے افراد کے موبائل فون اور کیمرے ضبط کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں۔(ایجنسی)

جاپانی شہنشاہ اکی ہیتو ۳۰؍اپریل ۲۰۱۹ء کو عہدہ چھوڑیں گے

تقریباً تین دہائی سے جاپان کے تخت پر بیٹھے شہنشاہ اکی ہیتو ۳۰؍اپریل ۲۰۱۹ء کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دیں گے۔گزشتہ دو دہائی میں یہ پہلی بار ہوگا جب کوئی جاپانی شہنشاہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے گا۔اپنی مدت کار کے دوران مسٹر اکی ہیتو نے دوسری عالمی جنگ کے زخمیوں پر مرہم لگانے کی کوشش کی ہے۔(یو این آئی)

پوپ فرانس کی بنگلہ دیش آمد،روہنگیا پناہ گزینوں سے بھی ملے

کیتھولک عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پوپ فرانس بنگلہ دیش پہنچے،جہاں انہوں نے ڈھاکہ میں روہنگیا پناہ گزینوں سے ملاقات کی۔اس سے قبل انہوں نے سفارتی حیثیت سے انتہائی حساس میانمار کا دورہ کیا،تاہم انہوں نے میانمار کے دورے میں روہنگیا آبادی کی حالت زار کی طرف براہ راست کوئی اشارہ نہیں کیا ہے،جو میانمار میں سرکاری مشنری اور فوج کے تشدد سے لاکھوں کی تعداد میں فرار ہوکر بنگلہ دیش میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے ہیں۔بنگلہ دیش کو توقع ہے کہ پوپ کے سہ روزہ دورے سے روہنگیا بحران اور بدھسٹ اکثریت ملک میانمار سے ان کی مسلسل نقل مکانی کے مسئلہ کا مستقل حل نکالنے کے لئے عالمی برادری پر دباؤ بنانے میں مدد ملے گی (یو این آئی)

نقلی اور ناقص ادویات پر حکومتی سطح پر اقدامات کیے جائیں:ڈبلیو ایچ او

اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے خبردار کیا ہے کہ نقلی اور معیار سے کم سطح کی دوائیں بیماریوں سے بچاؤ اور علاج کرنے میں ناکام ثابت ہورہی ہے اور یہ ترقی پذیر ممالک میں زیادہ گردش میں ہیں،تمام ممالک کی حکومتوں کو اس عالمی مسئلے سے نمٹنے کے لئے فوری طور پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ڈبلیو ایچ او کے ڈائریکٹر جنرل ٹیڈروس ایڈرے نام گیبرے یس نے جنیوا میں پبلک ہیلتھ اور اس سماجی و اقتصادی اثرات پر تحقیق اور گلوبل سرویلنس اینڈ مانیٹرنگ سسٹم رپورٹ کے لانچ کے دوران کہا،''معیار سے کم اور نقلی ادویات ان لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں جو حاشیئے پر ہیں کیونکہ ان کی پہنچ مہنگی طبی خدمات تک نہیں ہیں۔(یو این آئی)

ہزاروں بوسنیائی مسلمانوں کے قاتل نے بھری عدالت میں زہر پی لیا

ہزاروں بوسنیائی مسلمانوں کے قتل میں ملوث مجرم سلوبوڈن پرالجاک نے سزا کے خلاف اپیل مسترد ہونے پر بھری عدالت میں زہر پی لیا۔سلوبوڈن پرالجاک بوسنیا کے ان ۶؍سابق سیاسی رہنماؤں اور فوجی افسران میں شامل ہیں جنہیں ہزاروں بوسنیائی مسلمانوں کے قتل عام اور نسل کشی کے جرم میں سزا دی گئی ہے۔سلوبوڈن پرالجاک کو عالمی عدالت انصاف نے ۲۰۱۳ء میں ۲۰؍سال قید کی سزا سنائی تھی جس کے خلاف مجرم نے اپیل دائر کررکھی ہے۔ہالینڈ کے شہر دی ہیگ میں سزا کے خلاف اپیل مسترد ہونے پر سلوبوڈن پرالجاک نے عدالت میں زہر پی لیا۔کٹہرے میں کھڑے مجرم نے دوران سماعت جج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ مجرم نہیں ہیں اور وہ اپنی سزا پر زہر پی رہے ہیں۔جس کے بعد انہوں نے پہلے اپنے ہاتھ بلند کیے اور پھر زہر سے بھری شیشی پی لی،جس پر جج نے فوری طور پر سماعت ملتوی کرتے ہوئے ایمبولینس منگوا کر مجرم کو اسپتال لے جانے کی ہدایت کی۔واضح رہے کہ اقوام متحدہ کے جنگی جرائم ٹریبونل نے ۱۹۹۳ء میں بوسنیائی مسلمانوں کی نسل کشی رکوانے میں ناکامی اور ٹھوس اقدامات نہ کرنے پر سلوبوڈن پرالجاک کو مجرم قرار دیا تھا۔(نیوز ایکسپریس)

ترک فوج کی عراق میں کارروائی ۸۰؍کرد باغی ہلاک

ترک فوج کی جانب سے شمالی عراق کے علاقے اسوس میں فضائی کارروائی کے نتیجے میں کرد علیحدگی پسند گروپ ''پی کے کے'' سے وابستہ ۸۰؍شدت پسند ہلاک ہوگئے ہیں۔ترک فوج کی جانب سے فضائی کارروائی کی تصدیق کردی گئی ہے،فوجی حکام کے بیان میں کہا گیا ہے کہ شمالی عراق میں کی گئی کارروائی میں ترکی کے جنگی طیاروں نے حصہ لیا اور اس میں ''پی کے کے'' کے زیر استعمال اسلحہ کا ڈپو اور کئی گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔یاد رہے کہ ۱۹۸۴ء کے بعد سے علیحدگی پسند جماعت اور حکومت کے درمیان شروع ہونے والے تنازع میں اب تک چالیس ہزار سے زائد افراد مارے جاچکے ہیں جن میں اکثریت کردوں کی ہے،ترکی کی حکومت اور ''پی کے کے'' کے درمیان جنگ بندی سے متعلق معاہدہ جولائی ۲۰۱۵ء میں ختم ہوگیا تھا،جس کے بعد خاص طور پر ملک کے جنوب مشرقی علاقوں میں تشدد کے بدترین واقعات دیکھے گئے۔(نیوز ایکسپریس)

غیر معیاری میگی بنانے کے الزام میں نیسلے پر جرمانہ

اتر پردیش میں حکومت نے نیسلے (Nestle) کمپنی کو غیر معیاری نوڈلز بیچنے پر جرمانہ کردیا ہے۔فوڈ انسپکٹرز نے بڑے پیمانے پر فروخت ہونے والے میگی نوڈلز کے نمونوں میں ''گندگی'' کی نشاندہی کی تھی۔دو سال قبل بھی سوئس کمپنی نیسلے کے تیار کردہ ''میگی نوڈلز'' کے غیر معیاری ہونے کا معاملہ سامنے آیا تھا۔اتر پردیش میں فوڈ انسپکٹرز کی جانب سے ایک مرتبہ پھر بڑے پیمانے پر فروخت ہونے والے ''میگی نوڈلز'' کے غیر معیاری ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔یو پی کے ضلع شاہ جہان پور کی انتظامیہ نے اس معاملے پر نیسلے کمپنی کو پینتالیس لاکھ روپئے کا جرمانہ عائد کیا ہے،جب کہ اس پراڈکٹ کے مقامی ڈسٹری بیوٹر کو بھی سترہ لاکھ روئے جرمانہ ادا کرنے کی سزا سنائی گئی ہے۔اس حوالے سے اشیائے خورد و نوش کے معیار پر نظر رکھنے والے ضلعی ادارے کے سربراہ ڈی پی سنگھ نے میڈیا کو بتایا، ''میگی نوڈلز کے کوالٹی ٹیسٹ کے دوران اس کے غیر معیاری ہونے کی نشاندہی ہوئی۔نوڈلز کے نمونوں میں ملنے والی راکھ اور بھاری دھاتوں کے ذرات کی مقدار انسانی صحت کے لیے مقرر کردہ معیار سے زیادہ تھے۔'' دوسری جانب نیسلے انڈیا کے ایک ترجمان نے اس بات پر زور دیا کہ نیسلے میگی نوڈلز استعمال کے لیے ''سو فیصد محفوظ'' ہیں۔نیسلے نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس ٹیسٹ کے لیے استعمال کردہ معیار اور طریقہ کار ہی غلط تھا۔سوئس کمپنی نے جرمانے کے فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کا بھی اعلان کیا ہے۔۲۰۱۵ء میں بھی نیسلے کمپنی کے تیار کردہ انہی نوڈلز کو ملک میں ''صحت کے لیے نقصان دہ'' قرار دے کر ان کی فروخت پر چھ ماہ کی پابندی عائد کردی گئی تھی۔پیلی اور سرخ پیکنگ والی میگی نوڈلز ملک بھر میں کافی مقبول ہیں اور قریب ہر شہر اور قصبے میں یہ فروخت کے لیے دستیاب ہوتی ہیں۔(ایجنسی)

ممبئی میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فقہی سیمینار اختتام پذیر

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ستائیسواں سیمینار ممبئی میں ۲۵؍تا ۲۷؍نومبر ۲۰۱۷ء منعقد ہوا،سیمینار کی مختلف نشستوں میں جن مسائل پر گفتگو کی گئی ان میں ایک موضوع عصری تعلیمی اداروں سے متعلق شرعی مسائل ہے،اس موضوع پر تمام علماء نے اتفاق رائے سے جو باتیں طے کیں ان کے اہم نکات یہ ہیں کہ مسلمانوں کے لئے اسلامی ماحول کے ساتھ عصری تعلیمی اداروں کا قیام ضروری ہے،ان اداروں مین عصری تعلیم کے اعلیٰ معیار کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد رسول اللہ کی سیرت اور ذاتی اور معاشرتی زندگی کے ضروری مسائل سے ضرور واقف کرایا جانا چاہئے،جن اداروں میں مخرب اخلاق ماحول ہو،جنسی تعلیم دی جاتی ہو،دیومالائی کہانیاں نصاب کا جز ہو،ڈانس اور میوزک وغیرہ ہو،مسلمانوں کے لئے ایسی درسگاہوں مین اپنے بچوں کو داخل کرانا جائز نہیں ہے،اور مسلمان انتظامیہ کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زیر اہتمام اداروں کو ان خلاف شریعت اور غیر اخلاقی باتوں سے محفوظ رکھے،یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ شرعا قریب البلوغ اور بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم اور کھیل کود یا ورزش اور تفریح میں ان کا اختلاط جائز نہیں ہے۔معیاری طریقہ یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے الگ الگ عمارتیں ہوں،یا کم سے کم کلاس روم،آمد و رفت کے راستے اور قضائے حاجت کی سہولتیں الگ الگ فراہم کی جائیں،یونیفارم میں بھی ستر پوشی کا پورا لحاظ رکھا جائے،اس بات کی بھی اپیل کی گئی کہ تعلیم کو ایک خدمت کے طور پر انجام دیا جائے اسے تجارت نہ بنایا جائے۔سیمینار کا دوسرا موضوع حیوانات کے حقوق اور ان سے متعلق احکام تھے۔اس میں یہ بات طے کی گئی کہ اسلام دین رحمت ہے،اس لئے وہ جانوروں کے ساتھ بھی مکمل حسن سلوک اور مشفقانہ برتاؤ کا حکم دیتا ہے۔اس بات پر زور دیا گیا کہ جانوروں کو ان کی فطرت کے مطابق غذا دی جانی چاہیے،چارہ خور جانوروں کو لحمی غذا دینا تاکہ تیز نشو نما ہوسکے،بہتر نہین ہے،اسی طرح اگر حکومت کسی خاص جانور کے شکار یا ذبح کرنے کو منع کرتی ہو تو قانون کا احترام کرنا چاہئے،البتہ شریعت جس جانور کو حلال قرار دیا ہے قانون کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہوجاتا ہے۔(ایجنسی)

اب ایک منٹ بھی دیر سے پہونچے تو نہیں دے سکیں گے امتحان

اب تک اگر کوئی طالب علم پانچ منٹ یا دس منٹ دیر سے امتحان ہال میں پہونچتا تھا تو اس کو امتحان دینے کی اجازت مل جاتی تھی،مگر اب یہ ضابطہ بدلنے والا ہے اور اب ہر حال میں امتحان دہندگان کو طے شدہ وقت میں امتحان ہال میں داخل ہوجانا لازمی ہوگا،اگر ایک منٹ کی بھی تاخیر ہوئی تو امتحان سے محروم کردیا جائے گا۔اس کی شروعات مہاراشٹر بورڈ نے کردی ہے اور اس نے اپنی نوٹس میں آئندہ دسویں اور بارہویں کے امتحان سے یہ ضابطہ لاگو کرنے کا اعلان کردیا ہے۔بورڈ نے اپنے اعلان میں کہا ہے کہ امتحان دہندگان وقت سے پہلے ہی امتحان سنٹر پہونچ جائیں۔واضح ہو کہ اب تک تیس منٹ کی تاخیر کو معاف کرنے کا رواج تھا۔بورڈ نے اس ضابطہ کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس سے پیپر لیک ہونے سے بچنے میں مدد ملے گی۔(ایجنسی)

نوٹ بندی کے دوران زیادہ پیسہ جمع کرنے والوں پر ہوگی کارروائی

اگر آپ نے نوٹ بندی کے دوران بینک میں دو لاکھ سے زیادہ رقم جمع کی ہے اور اب تک اس کا انکم ٹیکس ریٹرن فائل نہیں کیا ہے تو کارروائی کے لیے تیار رہیں۔کیوں کہ یکم جنوری سے انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ ایسے لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔انکم ٹیکس نے کہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کرے گا،جنھوں نے نوٹ بندی کے دوران مشتبہ طریقہ پر پیسہ جمع کیا ہے اور ابھی تک انکم ٹیکس ریٹرن فائل نہیں کیا ہے۔جن لوگوں نے اس دوران اپنے ڈپوزٹ کا حساب نہیں دیا ہے،ان کے خلاف بھی کارروائی ہوگی۔۳۱؍دسمبر تک ایسے لوگوں کے خلاف نوٹس بھیج دی جائے گی۔یہ کارروائی آپریشن کلین منی (او سی ایم) کا حصہ ہے،جسے نوٹ بندی کے بعد بلیک منی پر شکنجہ کسنے کے لیے اس سال کے شروع میں لانچ کیا گیا ہے۔ (ایجنسی)

طب وصحت

سردیوں میں کھجور کا استعمال

کھجور کے بہت سے طبی فائدے ہیں یہ انتہائی اعلیٰ غذائی اجزاءرکھنے والا پھل ہے۔گلوکوزاورفرکٹوزکی صورت میں قدرتی شکرمہیا کرتی ہے۔ یہ شکر جسم میں فوراً جذب ہوجاتی ہے۔ گنے کی شکر سے زیادہ مفید ہے۔اس کی گٹھلی کو بھون کرسفوف بنالیتے ہیں۔اس سفوف سے کافی جیسا مشروب تیارکیا جاتا ہے۔اس کا نام ڈیٹ کافی ہے۔کھجور میں پائے جانے والے طبی اجزاءانتڑیوں کے مسائل کا عمدہ حل ہیں۔روسی ماہرین کا کہنا ہے کہ کھجورکا آزادانہ استعمال پیٹ اورانتڑیوں کے کیڑوں کو پیدا ہونے سے روکتا ہےاور ساتھ انتڑیوں میں مفید بیکٹر یا کے اجتماعات بنانے میں مدد دیتا ہے۔کمزوردل کیلئے کھجورکا پانی بڑا موثر علاج ہے۔رات بھر پانی میں بھگوئی ہوئی کھجوریں اگلی صبح گٹھلیاں نکال کراس پانی میں پچل کر ہفتہ میں کم ازکم دودفعہ استعمال کرنا دل کو بہت تقویت دیتا ہے۔

بچوں کے دانت نکلنے کے دنوں میں ایک کھجوراگر بچے کے ہاتھ کے ساتھ باندھ دی جائے اوراسے چوسنے دی جائے تو مسوڑھے سخت ہوجاتے ہیں اور دانت آسانی سے نکل آتے ہیں۔کھجوراورشہد کا معجون دانت نکلنے کے دنوں میں بچوں کو دیاجائے تو اسہال اورپیچش سے تحفظ ملتا ہے۔اسے دن میں تین بار چٹانا چاہیے۔کھجورایک ملین غذا ہے اس کا استعمال قبض کا موثر تدارک ہے۔موثر جلاب کی تاثیر حاصل کرنے کیلئے مٹھی بھرکھجوریں رات کو پانی میں بھگودی جائیں۔اگلی صبح ان کواچھی طرح ملا کرشربت بنالیا جاتا ہے۔یہ شربت پینے سے اجابت جلاب کی مانند ہوتی ہے۔

کھانے کی احتیاط :

بہتر اور صاف ستھری کھجورتناول کرنی چاہیے۔اس کی لیسدار سطح پرمٹی اوردیگر آلودگیاں چمٹ جاتی ہیں اس لیے کھانے سے پہلے کھجورکو صاف پانی سے دھولینا چاہیے۔خریدتے وقت دیکھ لینا چاہیے کہ اس کی محفوظ پیکنگ ہوئی ہے۔کئی بیچنے والے بغیرڈھانپے' کھلے بندوں ریڑھیوں پر لگائے ہوتے ہیں جس سے کھجورآلودہ ہوجاتی ہے۔بعض لوگ اسے دودھ کیساتھ بھی کھاتے ہیں جس سے زبردست غذائی افادیت پیدا ہوتی ہے۔

بعض لوگ اس کی گٹھلی نکال کراس میں مکھن بھرکر کھاتے ہیں۔چکنائی حاصل کرنے کا یہ سائنسی طریقہ ہے۔اسے مختلف پکوانوں کی صورت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔بس صاف ستھری کھجوریں مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔اہلِ عرب کھجوراورآب زم زم کا خوب استعمال کرتے ہیں جو غذائیت کیلئے عظیم نعمتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مختلف اشجار' پودوں اورجڑی بوٹیوں میں جانداروں کیلئے بڑے بڑے فائدے جمع کرر کھے ہیں۔جوان کی صحت کیلئے بہت کارآمد ہیں۔انسان خصوصاً بڑا خطا کار ہے مگر خالق کائنات بڑا رحیم وکریم ہے۔

سردیوں میں کھجور کھانے کے 8 فوائد

اگرچہ لوگوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ ہر میٹھا ذائقہ رکھنے والی چیز غیر صحت مند ہوتی ہے۔تاہم گلوکوز سے بھرپور ایک خشک پھل ایسا بھی ہے جو صحت کے لیے انتہائی مفید ہے............جی ہاں یہ کھجور ہے۔کھجور کے اندر صحت کے لیے کئی ایسے فوائد ہیں جو خاص طور پر موسم سرما میں اسے کھانے سے انسان کو بہت سے امراض سے محفوظ رکھتے ہیں۔اگرآپ موسم سرما میں صحت کے حوالے سے مختلف مسائل مثلا نزلہ، ٹھنڈ، جوڑوں کے درد، الرجی اور فلو کا شکار رہتے ہیں تو آپ کو لازمی طور کھجور کا استعمال کرنا چاہیے۔صحت کے امور سے متعلق ویب سائٹ "بولڈ اسکائی" پر کھجور کے آٹھ ایسے فوائد پیش کیے گئے ہیں جن کو جان کر آپ سردیوں میں کھجور کھانے پر مجبور ہوجائیں گے:

1 – جسمانی حرارت

کھجورکوریشے،فولاد، کیلشیئم ،وٹامن اور میگنیشیئم کا اچھا ذریعہ شمار کیا جاتا ہےاور یہ سب عناصر سردیوں میں انسانی جسم کوگرم رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

2 – ٹھنڈ کے اثر اور نزلے کا علاج

اگرآپ ٹھنڈ کے اثر سے نزلے میں مبتلا ہیں تو آپ دو سے تین کھجوریں، دوعدد چھوٹی الائچی اور چند ٹکڑے لال مرچ کو لے کر گرم پانی میں ڈال کر کچھ دیر اُبال لیں اور پھر چھان کر سونے سے پہلے اسے مشروب کے طور پر استعمال کریں۔

3 – دمے کا علاج : کھجور کے ذریعے دمے اور سانس سے متعلق دیگر الرجیوں کا بھی علاج ممکن ہے جن کا شمار سردیوں کے موسم میں پھیلے عمومی عام مسائل میں ہوتا ہے۔اس مقصد کے لیے روزانہ صبح اور شام کھجور کے ایک یا دو دانے پابندی سے کھانا چاہئے۔

4 – جسم کو طاقت دینا : کھجور میں موجود قدرتی شکر انسانی جسم کو فوری توانائی دینے میں مددگار ہوتی ہے۔

5 – قبض کا علاج : چوں کہ کھجور ریشے سے بھرپور ہوتی ہے لہذا اسے رات بھر پانی میں بھگو کر صبح اس کو Blender میں پیس لیں اور نہار منہ پی لیں۔یہ عمل قبض کے علاج میں بہت مفید ثابت ہوگا۔

6 – دل کی صحت کا تحفظ : ریشے سے بھرپور ہونے کے پیشِ نظر کھجور دل کی صحت کی حفاظت کرتی ہے۔یہ دل کی دھڑکن کی رفتار اعتدال اور کنٹرول میں رکھتی ہے۔اس کے علاوہ دل کے دوروں کے خطرات سے بھی بچاتی ہے۔

7 – جوڑوں کے درد میں کمی : کھجور انسان کے جوڑوں کے درد اور سوجن کی تکلیف میں کمی کرتی ہے بالخصوص سردیوں کے موسم میں جب کہ یہ مسئلہ بکثرت پھیلا ہوتا ہے۔

8 – بلند فشارِ خون کو کم کرنا : کھجور میں موجود میگنیشیئم اور پوٹاشیئم بلند فشار خون کو کم کرنے کے لیے قدرتی عامل ہیں۔اس واسطے روزانہ 5 سے 6 کھجوریں کھانے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ راشد العزیزی ندوی

ربیع الاول کے موقع پر مکہ مکرمہ سے ناظم امارت شرعیہ کا قوم کے نام پیغام

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی اس وقت عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہیں،اس مقام مقدس سے حضرت مولانا نے ربیع الاول کے موقع سے اپنے خاص پیغام میں فرمایا کہ اس وقت ہم مکہ شریف میں ہیں،الحمدللہ کل ہمارا قافلہ قدیم شہر حبشہ کی سرزمین سے گذرا، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے پہلی ہجرت کی تھی،جن میں حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ودیگر اصحاب شامل تھے۔وہاں سے ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ پہونچا، جہاں اللہ نے ہم سب کو عمرہ کی توفیق دی،اس دوران صفا پہاڑی کی زیارت بھی نصیب ہوئی،جس پہاڑی پر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ عمومی طور پر دین کی دعوت دی تھی، ربیع الاول کے مہینہ کو اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے،اسی مہینہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے پوری دنیا میں توحید کی دعوت کو عام کیا؛اس کام میں آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب نے شدید مصائب برداشت کیے،اور یہ مصائب اسی لیے برداشت کیے؛تاکہ اسلام کی دعوت، دین کی دعوت اور توحید کی دعوت ہر جگہ عام ہو۔اس خاص مہینہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم لوگ دین کی دعوت کو ہر شخص تک پہونچانے کی کوشش کریں، چاہے وہ مسلم ہو، یا غیر مسلم۔غیر مسلموں تک توحید کی دعوت کو پہونچانا ہماری پہلی اور بنیادی ذمہ داری ہے، اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے قلوب اوران کے اعمال کی اصلاح کی اس وقت شدید ضرورت ہے، ہندوستانی مسلمانوں کا معاشرہ زوال پذیر ہے، بے عملی کا شکار ہے اور جو قوم یا جو ملت بے عملی کی شکار ہوجاتی ہے، وہ زندگی کو کھودیتی ہے؛اس لیے زندہ امت اور زندہ ملت کی حیثیت سے مسلمانوں کو اس ربیع الاول کے مہینہ میں اپنے عمل اور کردار کو بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنی چاہئے، بے عملی کی زندگی کو چھوڑ کر عمل والی زندگی اختیار کرنی چاہئے، اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کو کرنے کا ہم سب کو تہیہ کرنا چاہئے اور ربیع الاول کے اس خاص موقع پر جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور اسی مہینہ میں مدینہ پاک میں آپ کی وفات ہوئی تھی، یہ دونوں یادگاریں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ نبوی زندگی کو اپناتے ہوئے دین کی دعوت کا کام پوری قوت کے ساتھ کرنا چاہئے۔واضح ہو کہ ناظم امارت شرعیہ کے ساتھ عمرہ کے اس مقدس سفر میں، آپ کی رفیق حیات، بڑے صاحبزادے انجینئر عبید الرحمٰن اور جناب سید مظہر حسین صاحب کارکن امارت شرعیہ بھی شامل ہیں۔

تین طلاق پر پابندی کے لئے قانون سازی شریعت میں کھلی مداخلت: خالد سیف اللہ رحمانی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری وترجمان مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے حکومت کی طرف سے تین طلاق پر مکمل پابندی کے مجوزہ قانون پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ طلاق کا مسئلہ ایک مذہبی مسئلہ ہے،جس کسی عورت کو طلاق دی جائے تو وہ اس مرد کے لئے حرام ہوجاتی ہے، تین طلاق کو غیر معتبر قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائے، اور وہ ایک ایسے عمل کے مرتکب ہوں، جو اسلام کی نظر مین سخت گناہ ہے، اور زنا میں شامل ہے۔دستور کی دفعہ 25 کے مطابق ملک کے ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے، اور دستور بنانے والون نے اسے شہریوں کے بنیادی حقوق مین جگہ دی ہے،اس لئے حکومت کا یہ اقدام ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو ان کے بنیادی حق سے محروم کرنے کی سازش ہے،اس مین شبہ نہین کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا شریعت کی نظر مین ناپسندیدہ اور بے جا عمل ہے،اور یہ قانون شریعت کا غلط استعمال ہے: لیکن قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے سرے سے اس قانون کو ہی ختم کردینا نامعقول بات ہے۔(عوامی نیوز ۲۴؍نومبر۲۰۱۷)

بینک اکاؤنٹ سے آدھار لنک کرنے کی میعاد میں 31 مارچ تک توسیع

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ آئندہ ہفتہ ایک دستوری بینچ تشکیل دی جائے گی جو آدھار سے متعلق سارے مقدمات کو متحد کرکے ان کی سماعت کرے گی، سپریم کورٹ نے یہ بھی اعلان کیا کہ مرکزی حکومت آدھار سے بینک اکاؤنٹ کو لنک کرنے کی میعاد میں 31 مارچ 2018 تک اضافہ کرنا چاہتی ہے تاکہ سپریم کورٹ میں دائر مقدمات کا نپٹارہ ہو سکے۔جبکہ آدھار کو موبائل سے لنک کرنے کی آخری تاریخ 6 فروری 2018 برقرار رہے گی اس لئے کہ موبائل کمپنیاں یہ سمجھتی ہیں کہ 6 فروری 2018 تک آدھار سے متعلق مقدمات کا تصفیہ ہوجائے گا۔(عوامی نیوز ۲۸؍نومبر۲۰۱۷)

حضرت مولانا عبداللہ پھول پوری کا مکہ میں انتقال؛ امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

علمی ودینی حلقوں میں یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ ملک کے نامور عالم دین، صاحب نسبت بزرگ، شاہ ابرارالحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ، بیت العلوم سرائے میر کے ناظم حضرت مولانا عبداللہ صاحب پھول پوری صاحب ۳۰؍نومبر۲۰۱۷ء مطابق ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۳۹ھ کو مکہ مکرمہ میں رحلت فرما گئے۔**انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔** مولانا کے سانحۂ ارتحال پر دفتر امارت شرعیہ میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں قائم مقام ناظم حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا کے دادا محترم مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے صوفی باصفا لوگوں میں تھے۔اور مولانا خود بھی حضرت شاہ ابرار الحق ہردوئی نوراللہ مرقدہ سے بیعت وارشاد کا تعلق رکھتے تھے اوران کے فیض کو ہر جگہ پہونچانے کی جدوجہد فرماتے تھے۔مولانا شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا صاحب تقویٰ عالم دین تھے، علم وعمل میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے،مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی علمی صلاحیت کے مداح تھے،جس کے اعتراف کا منظر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا،مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب مفتی امارت شرعیہ نے فرمایا کہ ان سے میری پہلی ملاقات پھلواری شریف میں ہوئی تھی، ان کی تقریر اور انداز گفتگو سے بزرگوں سے طریقہ کا محسوس ہورہا تھا،مولانا وصی احمد قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا عہد جدید کے بڑے عالم دین تھے،ان کے انتقال سے بڑا خلا پیدا ہوگیا۔واضح ہو کہ مولانا عمرہ کے ارادے سے بیت اللہ تشریف لے گئے تھے کہ وہیں داعی اجل کا پیغام آیا اور انہوں نے جان جان آفرین کے سپرد کردی۔اس تعزیتی نشست کا آغاز مولانا اسعد اللہ صاحب کی تلاوت کلام سے ہوا اور اخیر میں حضرت مولانا عبد الجلیل قاسمی قاضی شریعت امارت شرعیہ نے اجتماعی دعائے مغفرت کرائی، جس پر سبھی سامعین نے آمین کہا۔اس تعزیتی نشست میں امارت شرعیہ کے مختلف شعبوں کے ذمہ داران وکارکنان نے شرکت کی۔

b\Naqueeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\Naqueeb 04.12.2017.inp 07/04/39 12:26 & PAGE 10 (1,1)

فتنۂ ارتداد؛ ایک لمحۂ فکریہ

مولانا سید احمد ومیض ندوی (استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد)

اس وقت ملک میں ہما ہمی کی صورتِ حال ہے، میڈیا پر مختلف خبریں گشت کررہی ہیں، ملک میں انتخابات کا موسم جوں جوں قریب آنے لگتا ہے ہردن ایک نیا ایشو اور ایک نئ خبر سامنے آتی ہے، حکمراں پارٹی کی ہر محاذ پر ناکامی اب عوام پر پوری طرح عیاں ہوچکی ہے، آنے والے اسمبلی انتخابات میں شکست کے خوف نے اسے بوکھلاہٹ کا شکار بنادیا ہے، حقیقی مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے متنازعہ بیانات کا ایک لامتناہی سلسلہ چل رہا ہے، سب سے بڑی خبر اَمت شاہ کے فرزند جے شاہ کی کمپنیوں کے منافع میں اچانک اضافہ سے تعلق رکھتی تھی، جسے "دی وائر" کی ایک خاتون صحافی نے آشکارا کیا تھا، اس خبر سے عوام کو بے خبر کرنے کے لیے اچانک تاج محل کا موضوع چھیڑا گیا، اور اس پر بیان بازی کا ایسا سلسلہ چل پڑا کہ ملکی عوام اسی میں اُلجھ کر رہ گئ، پھر سبھوں نے سرے سے یہ غور کرنا ہی چھوڑ دیا کہ شفافیت کی دعویدار اور بدعنوانی کے خلاف جنگ کی علمبردار پارٹی کے صدران کی کمپنیوں میں اچانک منافع کا اضافہ کیا معنی رکھتا ہے؟ تاج محل پر رائے زنی کا سلسلہ ابھی تھما نہیں تھا کہ برسرِاقتدار جماعت کے ایک دوسرے قائد نے ٹیپو سلطان پر نشانہ لگایا، ملک کی آزادی کے لیے انگریزوں سے لڑتے جان دینے والے ٹیپو سلطان کو قاتل، متشدد اور تعصب پرست قرار دیا، میڈیا کی توجہ پھر اصل مسئلہ سے ہٹ گئ، تاج محل کے خلاف نازیبا اظہار خیال کے لیے پہلے سے کئ شخصیتوں کو تیار رکھا گیا تھا، تاج محل جیسی محبت کی نشانی پر نفرت کی سیاست جاری تھی کہ پھر ہمایوں کے مقبرہ پر نیا تنازعہ کھڑا کیا گیا، اترپردیش شیعہ وقف بورڈ کے چیرمین وسیم رضوی نے وزیرِاعظم کو خط لکھ کر ان سے ہمایوں کے مقبرہ کو منہدم کرنے اور اس زمین کو قبرستان کے نام مختص کرنے کی اپیل کی، الغرض خبروں کا لامتناہی سلسلہ ہے، خبروں کے اس پٹارے میں گذشتہ دنوں سوشل میڈیا میں ایک ایسی خبر نظر سے گزری جس نے سارے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، خبر کا تعلق دہلی میں مقیم روہنگیا مسلم پناہ گزینوں سے ہے، دہلی سے تعلق رکھنے والے ایک معروف صحافی نے خبر دی کہ دہلی میں مقیم روہنگیا مسلمانوں میں سے قریب ایک سو افراد نے اسلام کو خیر باد کہہ کر عیسائیت کو گلے لگایا ہے، ابتدا میں خبر پر یقین نہ آیا، لیکن تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ خبر مصدقہ ہے۔

روہنگیا پناہ گزینوں کی حالت زار کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے، دنیا بھر کی عالمی طاقتوں کی آنکھوں کے سامنے روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کا سلسلہ جاری ہے، لیکن امن کے ٹھیکیدار ٹس سے مَس ہونے کو تیار نہیں، ظالم برمی فوج اسرائیلی ہتھیاروں کا بے تحاشہ استعمال کررہی ہے، لاکھوں افراد جان بچا کر بنگلہ دیش کی سرحد عبور کرچکے ہیں، جب کہ ہزاروں انتہائی بے دردی کے ساتھ مارے جاچکے ہیں، پھر جن لوگوں نے بنگلہ دیش یا ہندوستان میں پناہ لے رکھی ہے ان کی حالت بھی انتہائی ناگفتہ بہ ہے، انہیں ایک طرف اگر وسائل کی شدید قلت کا سامنا ہے تو دوسری جانب مرکز کی فرقہ پرست حکومت آر ایس ایس کے اشارے پر انہیں ملک بدر کرنے پر تلی ہوئی ہے، اگرچہ سپریم کورٹ کی مداخلت سے وقتی طور پر انہیں راحت ملی ہے لیکن تلوار مستقل ان کے سر پر لٹک رہی ہے، مودی حکومت سلامتی کے لیے خطرات کا بہانہ بنا کر ان ستم رسیدہ مظلومین کو مزید صدمہ سے دوچار کرنا چاہتی ہے، اس وقت پوری دنیا میں پناہ گزینوں کی سب سے زیادہ شرح مسلمانوں میں ہے، عراق، افغانستان، شام اور یمن کی جنگوں میں لاکھوں افراد بے گھر ہوکر دَر دَر کی خاک چھاننے پر مجبور ہوگئے، بہت سے سمندر کی لہروں کی نذر ہوگئے، شام کے لاکھوں مسلمانوں نے یورپی ملکوں کا رخ کیا، جہاں ان کی شناخت کے لالے پڑنے لگے۔ دنیا بھر میں بدامنی اور جنگ کی آگ بھڑکانے میں سب سے کلیدی رول امریکہ اور اس کے ہمنوا مغربی وعیسائی ممالک ادا کرتے ہیں، تاکہ جنگ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر تباہ حال مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ عیسائیت میں داخل کیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ حالیہ عرصہ میں جہاں جہاں جنگ کے بادل منڈلائے وہاں عیسائی مشنریاں متحرک ہوئیں، خانہ جنگی سے دوچار عراق میں قریب دو دہائی سے عیسائی مشنریاں دندنا رہی ہیں، انہیں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کھلی چھوٹ حاصل ہے، وہ سیکڑوں تباہ حال عراقیوں کو مرتد کرچکی ہیں، یہی حال شام کا ہے جہاں کے جنگ زدہ مسلمانوں کی بڑی تعداد جرمنی اور دیگر یورپی ملکوں میں پناہ لے چکی ہے، اور انہیں عیسائی مشنریوں نے اُچک لیا ہے، بہت سے پناہ گزینوں نے مستقل شہریت کے حصول کے لیے عیسائیت کو اپنا لیا ہے، اس کا اندازہ عالمی میڈیا میں شائع اس رپورٹ سے کیا جاسکتا ہے جو گذشتہ دنوں منظر عام پر آئی ہے، رپورٹ کے مطابق فنلینڈ کی حکومت نے گذشتہ ایک سال کے دوران ایران، عراق، شام اور افغانستان سے فنلینڈ پہونچنے والے ان مسلمان تارکین وطن کی درخواستوں کو مسترد کردیا ہے، جنہوں نے شہریت کے لالچ میں عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا، جس کا ردعمل اس طور پر سامنے آیا کہ فنلینڈ کے چارسو عیسائی پادری ان مرتد مسلمانوں کی حمایت میں کھڑے ہوگئے، اور انھوں نے ایک پٹیشن کے ذریعہ فنلینڈ کے امیگریشن ڈپارٹمنٹ سے اپیل کی کہ مرتد ہونے والے تارکین وطن کو شہریت دی جائے، پادریوں نے حکومت کو آگاہ کیا کہ مسلم ملکوں میں مرتد کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، اور اسلامی اصولوں کے مطابق مرتد کی سزا موت ہے، اس لیے وطن کی واپسی میں ان کی زندگیوں کو خطرات لاحق ہیں، لہٰذا ان کی شہریت منظور کرلی جائے، اکتوبر ۲۰۱۶ء سے ستمبر ۲۰۱۷ء تک تین ہزار پانچ سو دس پناہ گزینوں نے شہریت کی درخواستیں جمع کرائی تھیں، جن میں ۱۸۴۹ درخواستیں رد کی گئیں، رد کردہ درخواستوں میں سے ۱۰۷ درخواستیں مرتدوں کی تھیں، عالمی میڈیا کے مطابق فن لینڈ کے عیسائی پادریوں نے پناہ گزینوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور شہریت دلوانے کے لیے انہیں مرتد بنانے کی غرض سے مشنری سرگرمیاں تیز کردی ہیں، اور فن لینڈ حکومت پر زور دیا کہ وہ اسلام ترک کرکے عیسائیت قبول کرنے والے پناہ گزینوں کی درخواستوں کو ہرگز رد نہ کرے۔ جنگ زدہ مسلم ممالک سے ہجرت کرکے یورپ میں پناہ لینے والے جن تارکین وطن نے ارتداد کو گلے سے لگایا ہے انہیں اس بات کا قطعی احساس نہیں ہے کہ وہ کتنی عظیم نعمت سے محروم ہورہے ہیں، ٹی وی چینلوں کو انٹرویو کے دوران انھوں نے برملا اعلان کیا کہ وہ عیسائی ہیں، فن لینڈ کے ایک مقامی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک ایرانی پناہ گزیں مرتد علی رضا حسینی نے بتایا کہ اس نے عیسائیت قبول کرلی ہے، اور وہ اچھا عیسائی بننے کی کوشش کرے گا، فن لینڈ کے ایک چرچ میں مرتد بننے والے عراقی شہری حسین محمد نے کہا کہ فن لینڈ میں زیادہ تر لوگ اس لیے امن سے رہتے ہیں کہ وہ عیسائی ہیں، ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق فنلینڈ میں موجود پناہ گزینوں میں ترک اسلام کا رجحان بڑھ رہا ہے، ہر روز دس تا بیس پناہ گزیں مقامی چرچوں میں دکھائی دیتے ہیں، گذشتہ تین سال کے دوران ڈیڑھ ہزار سے زائد مسلم پناہ گزینوں نے عیسائیت قبول کرلی ہے، یہ صرف ایک یورپی ملک کی روداد ہے، جب کہ جرمنی، یونان اور دیگر ممالک میں پیش آئے ارتداد کے معاملات آئے دن اخبارات اور میڈیا کی زینت بنتے رہتے ہیں، حالیہ عرصہ میں برما میں ہونے والے مظالم کے نتیجہ میں پناہ گزینوں کا جو سیلاب آیا ہے اس سے عیسائی مشنریاں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

دہلی میں پیش آیا واقعہ بتاتا ہے کہ عیسائی مشنریاں روہنگیا پناہ گزینوں پر برابر نظر رکھی ہوئی ہیں، ارتداد کی یہ صورت حال ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، ملتِ اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ان تباہ حال بھائیوں کا بھرپور تعاون کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ فقر وفاقہ سے مجبور ہوکر عیسائی مشنریوں کی آواز پر لبیک کہیں اور اپنے ایمان کا سودا کریں، ارتداد کی یہ تشویشناک صورت حال ایسی نہیں ہے کہ دعوتی حلقے اسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کریں۔ مسلم معاشرہ میں ارتداد کی ایک صورت وہ ہے جو بین المذاہب شادیوں کی شکل میں عام ہے، مسلم لڑکیوں کے غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی رچانے کے معاملات بھی آئے دن بڑھتے جارہے ہیں، کالجوں کا مخلوط ماحول، فحاشی وبے حیائی کا طوفان، موبائل کا آزادانہ استعمال اور دینی واخلاقی شعور کی کمی اس قسم کی صورت حال پیدا کررہی ہے، اس حوالے سے بعض فرقہ پرست تنظیمیں بھی کافی سرگرم ہیں، مسلم لڑکیوں کو دام محبت میں پھانسنے کے لیے غیر مسلم لڑکوں کو باقاعدہ ٹرینڈ کیا جارہا ہے، کالجوں میں زیرِتعلیم تربیت یافتہ غیر مسلم لڑکے مذہبی مہم کے طور پر اس کام کو انجام دے رہے ہیں، اسی طرح لو جہاد کا ہوا کھڑا کرنے کے لیے غیر مسلم لڑکیوں کو بھی استعمال کیا جارہا ہے، تربیت یافتہ غیر مسلم لڑکیاں مسلم لڑکوں سے فون پر ربط کرکے انہیں کسی مقام پر ملاقات کے لیے مدعو کرتی ہیں، جہاں قریب ہی اس کے کچھ غیر مسلم ساتھی روپوش رہتے ہیں، مسلم لڑکا جونہی ملاقات کے لیے پہونچتا ہے اس پر ہلہ بولا جاتا ہے، اور شور مچایا جاتا ہے کہ یہ لڑکا غیر مسلم لڑکی کے ساتھ تعلقات بنارہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو اس قسم کی سازشوں سے چوکنا رکھیں، اور مخلوط ماحول کی تباہ کاریوں سے انہیں بچائیں۔ حقیقی ارتداد کے علاوہ اس وقت امتِ مسلمہ میں ذہنی اور ثقافتی ارتداد کی صورت حال بھی کچھ کم تشویشناک نہیں ہے، مسلم معاشرے تیزی کے ساتھ ثقافتی یلغار کا شکار بن رہے ہیں، غیر مسلم کے مذہبی تہواروں میں مسلم نوجوانوں اور خواتین کی شرکت کی خبریں اخبارات اور سوشیل میڈیا میں آتی رہتی ہیں، گذشتہ دنوں بتکما تہوار میں غیر مسلم خواتین کے ساتھ مسلم لڑکیاں بھی رقص کرتی نظر آئیں، اسی طرح روزنامہ سیاست کی اطلاع کے مطابق گذشتہ گنیش تہوار کے موقع پر گنیش کے لڈؤوں کو بھاری قیمت ادا کرکے دو مسلم افراد نے خریدا، ہولی، دیوالی اور مکر سنکرانتی کے موقع پر رنگ بازی، پتنگ بازی اور آتش بازی کا رواج اب مسلم نوجونواں میں بھی خوب عام ہورہا ہے، ثقافتی یلغار پر روک لگانے کے لیے نوجوانوں میں مذہبی شعور بیدار کرنا ازحد ضروری ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے بچے، اگر تم سے ہوسکے تو صبح و شام اس طرح گزارو کہ تمھارے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل اور کھوٹ نہ ہو، تو یہ ضرور کرو۔ پھر فرمایا: میرے بچے، یہ (دل صاف رکھنا) میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے محبت رکھی (اور اس پر چلا) وہی میری محبت رکھتا ہے، اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی شریف)

☆ حضرت ابو الاحوص الجشمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اگر میں کسی آدمی کے ہاں جاؤں اور وہ نہ میری مہمان داری کرے اور نہ میری ضیافت، پھر وہ آدمی میرے پاس آئے، تو آپ فرمایئے کہ میں اس کی مہمان داری کروں یا اس سے بدلہ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، تم اس کی مہمان داری کرو۔'' (ترمذی شریف)

☆ جس نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو۔ عزت کے معاملہ میں یا کسی بھی چیز کے بارے میں، وہ آج کے دن ہی اس سے معاف کرالے، اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار ہوں نہ درہم (کیونکہ اس دن) جتنا ظلم اس نے کیا، اتنی اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔'' (بخاری شریف)

آفتاب نبوت کی اخلاقی کرنیں

مفتی محمد ساجد کھجناوری

ماہ ربیع الاول ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے، یہی وہ بابرکت اور تاریخی مہینہ ہے جس میں سید المرسلین تاجدار بطحا محبوب مجتبیٰ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرّمہ میں پیدا ہوئے، آپ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے گویا پوری انسانیت کا نقشہ ہی پلٹ گیا، ظلم وجور، ناانصافی وبدعہدی، ضلالت وگمراہی، کفر وشرک، مطلق العنانی وبداخلاقی، قتل وغارت گری، انسانی عدم رواداری اور نااتفاقی کے بادل چھٹنے لگے، توحید وسنت کے سدا بہار نغمے کانوں میں رس گھولنے لگے، جہالت وناخواندگی کی دبیز چادریں چاک ہونے لگیں، علم وعرفان کے جگنو چمکنے لگے، آپ کے لائے ہوئے دین نے دنیا کو روشنی سے منور کردیا، اسی نئی روشنی نے انسان کو وہ عقیدہ اور تصور دیا جو مکارم اخلاق اور حسن وکمالات کا جامع تھا، افراط وتفریط کی آلائش سے پاک، انسانی فطرت کی رنگارنگی کے عین مطابق، جہاں طبائع کا تنوع اور واقعات وحالات سے منفعل ہونے والے انسان کے طبعی جذبات کی بھرپور مگر جائز رعایت کا احترام اور ایسا نظام اخلاق جو بہت متوازن ومعتدل ہو، وہاں نرمی بھی گرمی بھی اور جمالی وجلالی کیفیت کا حسین امتزاج رکھتا ہو، وہاں کوہ گراں بھی ہو اور آب رواں بھی، شعلہ بھی ہو اور شبنم بھی، پھول بھی ہو اور پتیاں بھی، نہ شروع سے اخیر تک مسیحیت کی انفعالیت ہو اور نہ شریعت موسوی کی سختی ہی کی توضیح، بلکہ ان دونوں کا مجمع البحار ہو کہ اس کے حسن کی دوبالگی قیامت کے لیے اہل چشم بصیرت کو چکاچوند کرتی رہے، چنانچہ اسلام کے اسی خوبصورت متوازن ڈھانچہ نے ہمت وشجاعت، عدالت وثقاہت، تہذیب وثقافت، داد ودہش، استقلال وپامردی، محبت وغم خواری، آزادی حق گوئی، حلم وتواضع، عصمت وعفت، سخاوت وبلند ہمتی جیسے رنگ برنگے پھولوں کو مشک بار کیا، یہی وجہ ہے کہ ۱۴/سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا؛ لیکن اسلام کا یہ گلشن یونہی مہک رہا ہے اور زمانہ نے دشمنی وناموافقت کے باوجود اس کے دائرہ وسعت زمان ومکان میں کوئی فرق آیا۔ قرآن مقدس نے مختلف اسالیب اور دلکش تعبیرات میں آخری نبی ورسول کی آئیڈیالوجی ومشعل راہ شخصیت کو پوری انسانیت کے لیے نمونہ عمل قرار دیا ہے اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کہہ کر آپ کے اکمل واتم ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے، چنانچہ خلوت ہو یا جلوت، سفر ہو یا حضر، انفرادیت ہو یا اجتماعیت، معاشرت ہو یا معاملات، شادی ہو یا بیاہ، والدین ہوں یا اولاد، میاں ہو یا بیوی، بھائی ہو یا بہن، فیملی کے ارکان ہوں یا قریبی رشتہ دار واحباب، پڑوسی ہو یا ہم وطن، الغرض سماج وسوسائٹی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں کہ جہاں بہتر معاشرت واخلاق اور عدل وانصاف اور بے مثال عفو ودرگذر، راست بازی وحق گوئی، کھرے اور کھوٹے کا امتیاز سیرت نبوی نے اجاگر نہ کیا ہو، نبی رحمت کے ساتھ آغاز نبوت سے وفات تک ہمراہ رہنے والے حضرت علی سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کے بارے میں نواسہ رسول حضرت حسین نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ خندہ جبیں ونرم خو تھے، سخت مزاج اور سنگدل نہ تھے، نہ شور وغوغا کرتے تھے، نہ کوئی برا کلمہ منہ سے نکالتے، نہ عیب جو اور سخت گیر تھے، اگر کوئی بات پسند نہ ہوتی تو اغماض فرماتے، آپ نے اپنے نفس سے یہ تین باتیں بالکل صاف کردی تھیں (۱) بحث ومباحثہ (۲) بے ضرورت باتیں کرنا (۳) بے مطلب کی باتوں میں پڑنا، دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز فرماتے تھے (۱) کسی کو برا نہیں کہتے تھے (۲) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے (۳) کسی کی ٹوہ میں نہیں لگتے تھے، دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے، نہایت فیاض، راست گو، نرم طبع اور خوش صحبت تھے، اگر کوئی دفعتا آپ کے سامنے آجاتا تو مرعوب ہوجاتا؛ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے لگتا۔ (ملخص از شمائل ترمذی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے، زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی، کسی پر لعنت نہیں کرتے تھے، دوسروں کی ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے، کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی پر بہت توجہ فرماتے تھے، ہر چیز اور ہر شخص کی قدر ومنزلت سے آگاہ تھے، آسمانی بادشاہت پر ہمیشہ نظر جمائے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے تئیں شفقت والفت کی بے شمار داستانیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں، چنانچہ آپ بچوں پر بھی شفیق تھے، آپ سفر سے تشریف لاتے اور لوگ استقبال کے لیے نکلتے تو بچے بھی ساتھ ہوتے اور وہ معمول کے مطابق دوڑ کر ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے جو پہلے پہنچتے، انہیں آپ سواری پر بٹھاتے، راستہ میں مل جاتے تو خود انہیں سلام کرتے اور ان سے بھی شفقت کا یہی برتاؤ ہوتا۔ واضح رہے کہ یہ شفقت صرف مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی، ایک دفعہ کسی غزوہ میں چند بچے بھی بے علم وارادہ مارے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا، کسی کی زبان سے نکلا: اے اللہ کے رسول! وہ مشرکین کے بچے تھے، فرمایا: مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، تین مرتبہ فرمایا؛ اس لیے کہ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق وکردار کے جو نمونے پیش فرمائے، وہ قیامت تک ہرے بھرے اور حق ومعرفت پر کان دھرنے والوں کے لیے ایقان وایمان کا صالح جذبہ بیدار کرتے رہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی پاکیزہ اخلاق نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا اور وہ جوق درجوق اسلام کی آغوش میں آنے پر مجبور ہوئے، دشمنان اسلام اور خدائے وحدہ لاشریک لہ کے دشمن لاکھ کہیں اور پروپیگنڈہ کریں کہ اسلام تلوار کی زور سے پھیلا؛ لیکن تاریخی حقائق بلاریب سچائی کے موید ہیں کہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ اخلاق حمیدہ اور سیرت وکردار کی غیر معمولی دولت سے ہوئی، اس کی آواز کو مشرق ومغرب کے ایوانوں تک پہنچانے میں نہ میڈیائی وسائل کو بروئے کار لایا گیا اور نہ انسانیت کش حربے اختیار کئے گئے، نہ مال ودولے اور ظاہری چمک ودمک کا سہارا لیا گیا اور نہ کسی فراڈ دھوکہ بازی پر بھروسہ کیا گیا؛ بلکہ خدا کا یہ آخری اور فطری دین پوری آب وتاب کے ساتھ پھیلا، ان شاء اللہ قیامت تک پھیلتا پھولتا رہے گا۔ حسن اخلاق کے اثرات دیرپا اور مفید ہوتے ہیں، خود زبان نبوت سے اس کی تائید ہوتی ہے، ارشاد نبوی ہے: انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پاسکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے ملتا، اور فرمایا کہ قیامت کے ترازو میں حسن اخلاق سے بھاری اور کوئی چیز نہ ہوگی، پھر فرمایا کہ اچھے اخلاق والا دنیا وآخرت کی نیکیاں لے گا۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم اخلاق تھے، قرآن وسنت کے متعدد مقامات اس پر شاہد عدل ہیں، قرآن پاک میں ہے: اے پیغمبر تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔ (آل عمران) دوسری جگہ ارشاد ہے: خدا کی یہ بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے، کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے ہٹ جاتے۔ (آل عمران) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رشاد ہے: میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کا معاملہ درجہ اتمام پر پہنچادوں۔ حضرت عائشہ مزید فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی کو سزا نہیں دی اور نہ کبھی بدلہ لیا، ہاں! اللہ کے حکموں کی حرمت زائل کرنے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے لیے سزا دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر کسی پر لعنت نہیں کی، نہ کبھی اپنے کسی خادم، نہ کسی لونڈی، نہ کسی غلام، نہ کسی عورت اور نہ کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا۔

یہ تھے معلم انسانیت جن کے اخلاق وکردار کی ضمانت خود قرآن پاک نے دی ہے، لہذا ماہ وسال اور ہفتہ ودن کے لمحات کا یہ دیرینہ مطالبہ ہے کہ ہم انفرادی واجتماعی زندگی کا جائزہ لیں کہ ہم میں سے ہر شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے کتنے قریب ہیں؟ اور آیا ہم سے خلاف سنت وشریعت کوئی کام تو سرزد نہیں ہورہا ہے، ماہ ربیع الاول کے اس سبق پر دھیان دینے اور سیرت نبوی پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

بقیہ سُپاری۔ یہ سپاری کھلے عام دی جارہی ہے اور عام لوگوں کو دی جارہی ہے، حکومت خاموش تماشائی ہے نہ کسی کی گرفتاری ہورہی ہے، اور نہ ہی کوئی داروگیر ہے، ایسے میں جو لوگ اس قسم کا اعلان کرتے ہیں، ان کے حوصلے کافی بلند ہیں، ایسے اعلان میں زیادہ تر مقصد نام وری ہی ہوتی ہے؛ لیکن ناموری اور شہرت کی یہ بھوک سماج کو کس قدر نقصان پہونچارہی ہے اور کس طرح عدم رواداری کا مزاج بنتا جارہا ہے، اس کی طرف کسی کی نگاہ نہیں جارہی ہے، یہ المناک بھی ہے اور افسوس ناک بھی۔

بقیہ بلیک فرائڈے۔ یہ چار گروپ میں بنٹ کر حملہ کررہے تھے، دو گروپ نمازیوں پر فائرنگ کررہا تھا اور دو گروپ امبولینس وغیرہ کو زخمیوں تک پہونچنے سے روکنے کے لیے مورچہ سنبھالے ہوا تھا، وزارت صحت کے ایک ترجمان کے مطابق حملہ کے دوران بم دھماکے بھی ہوئے۔ اور یہ سب اس ملک میں ہوا، جس کے ایرپورٹ کے باب خروج پر ادخلو مصر انشاء اللہ آمنین یعنی مصر میں داخل ہوجاؤ انشاء اللہ محفوظ رہوگے، لکھا ہوا ہے، اور جس مذہب کے افراد کو قتل عمد کی سزا خلود فی النار، یعنی ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کی زندگی قرار دیا گیا ہے۔ ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی۔

بقیہ منصور خوشتر-----

بلکہ کئی مردہ اصناف کو کھود کھود کر نکالا ہے، ورنہ کئی اصناف تو کب کے دم توڑ چکے تھے، ان کی تخلیقی صلاحیت سے اردو ادب مالامال ہے، ان کے مداح پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، جہاں اردو ہے، وہاں مناظر عاشق ہرگانوی ہیں، گروہ بندی اور لابی کے اس دور میں ان کی شخصیت اور فن کا جادو سرچڑھکر بولتا ہے، وہ ادیب ہی نہیں، ادیب گر ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالمنان طرزی کی استاذی اور مناظر عاشق ہرگانوی کی حوصلہ افزائی نے ادبی افق پر جلوہ نما ہونے میں منصور خوش تر کا بہت ساتھ دیا ہے، پر نکلنے کے بعد بھی قوت پرواز کے لیے حوصلوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور منصور خوش تر کو یہ حوصلہ ان دونوں شخصیات سے ملا ہے۔

منصور خوش تر کا شعری مجموعہ ''کچھ محفل خوباں کی'' بھی منظر عام پر آگیا ہے، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کے بقول منصور خوش تر کی غزلوں میں زمان ومکان کی حدوں کو توڑ کر بے کراں ہونے کی صلاحیت یقیناً ہے، شروع میں پرفیسر طرزی، ڈاکٹر عاشق ہرگانوی، جمال الدین اویسی، عطا عابدی، سلیم انصاری، اور احسان ثاقب نے ان کی شاعری پر طویل بحثیں کی ہیں، منصور خوشتر قارئین کے نام اپنی بات میں اپنی شعر گوئی کے احوال وکوائف سناتے نظر آتے ہیں، ستہتر (۷۷) غزلوں پر مشتمل اس مجموعہ میں داستان محبت بھی ہے اور کیفیت عشق بھی، آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی، عصری حسیت کے حوالہ سے ان کے یہاں رجائیت نہیں یاس وقنوطیت نے جگہ بنائی ہے، اور اس کی وجہ کا جاننا دشوار نہیں، کیوں کہ انہوں نے خود ہی لکھا ہے کہ ان کی شاعری، زندگی میں مسلسل مایوسی، محرومی، ناکامی، اپنوں کی بے اعتنائی، اور غیروں کی دل آزاری کی عطائے بے بہا ہے۔ نمونہ کے لئے صرف ایک شعر پیش خدمت ہے۔

فریب ورہ زنی، شورش، دھماکے
کوئی بھی عنواں رکھ دیجئے بیاں کا

اعلان مفقود الخبری

● **مقدمہ نمبر ۱۳۷/۱۹۱۸/۳۷ھ** (متدائرہ دارالقضاء مدرسہ محمود العلوم دملہ) ساجدہ پروین بنت محمد اسلم مقام وپوسٹ لوام تھانہ صدر ضلع دربھنگہ۔ مدعیہ بنام محمد شمشاد ولد محمد افتخار مقام محمد پوسٹ لوام تھانہ صدر ضلع دربھنگہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف فسخ نکاح کا دعویٰ کیا ہے کہ آپ غائب ولاپتہ ہیں، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہیں کررہے ہیں۔ لہذا آپ مدعا علیہ ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۲۰۱۷ء روز ہفتہ کو دارالقضاء دملہ میں بوقت ۱۰/بجے دن حاضر آکر اپنے اوپر عائد الزامات کو رفع کریں بصورت عدم حاضری وعدم پیروی مقدمہ فیصل کردیا جائے گا۔ فقط۔ قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۸/۴۳۰۲/۳۹ھ** (متدائرہ دارالقضاء مصطفیٰ نگر سہرسہ) ترنم خاتون بنت امانت اللہ مقام نینوٹی وارڈ نمبر ا ڈاکخانہ سکھ پور ضلع سپول۔ مدعیہ بنام محمد ہارون عرف پرویز اختر، ولد محمد اسماعیل مرحوم، مقام میرگنج ڈاکخانہ بڑھیا ضلع سپول۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ مدعا علیہ کے خلاف عرصہ ایک سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور اس کو نان ونفقہ وحق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دارالقضاء سہرسہ میں کیا ہے۔ بنابریں آپ مدعا علیہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۳/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۱۷ء روز اتوار بوقت ۱۲/بجے دن میں حاضر ہو والزام کریں، ورنہ بصورت عدم حاضری وعدم پیروی مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

جلد نمبر 65/55 /شمارہ نمبر 47 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفسیٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEK ENDING 04/12/2017

فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280

E-mail: nazimimaratshariah@gmail.com

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

کوئی موسم ہو یہی سوچ کے جی لیتے ہیں
اک نہ اک روز شجر غم کا ہرا تو ہوگا
(حسن نعیم)

طلاق شدہ خواتین اور سماج کی ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

نکاح ایک ایسا رشتہ ہے، جس کے ذریعہ شوہر و بیوی کو جہاں شریک حیات اور غمگسار میسر آتا ہے، وہیں عورت اور بچوں کو ایک سہارا حاصل ہوتا ہے، عورت ذہنی یکسوئی کے ساتھ بچوں کی پرورش کرتی ہے، بچے اطمینان وسکون کے ساتھ تعلیم وتربیت میں مشغول ہوتے ہیں، شوہر کسبِ معاش کی تگ و دو میں اپنے آپ کو مصروف رکھتا ہے اور گھریلو ذمہ داریوں سے آزاد رہتا ہے، اگر کسی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو عورت سب سے زیادہ دشواریوں سے دوچار ہوتی ہے، اس کے لئے خود اس زندگی بوجھ بن جاتی ہے اور بچے چوں کہ ماں کی ممتا کے بغیر زندگی کے ناہموار راستوں کا سفر طے نہیں کر سکتے؛ اس لئے جیسے ایک مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں میں چھپائے رکھتی ہے؛ اسی طرح ماں اپنی بے سہارگی کے باوجود بچوں کو اپنے سینہ سے چمٹائے رکھتی ہے اور بچے بھی ماں کی گود میں جو سکون وراحت محسوس کرتے ہیں، سونے کی پلنگ بھی انھیں وہ راحت نہیں پہنچا سکتی؛ اسی لئے اگر رشتہ ٹوٹ جائے اور طلاق کی نوبت آجائے تو خاندان بکھر جاتا ہے اور ماں اور بچے بے سہارا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مسائل کو حل کرنے کے لئے شریعت نے نفقہ وکفالت کا ایک پورا نظام رکھا ہے اور اس میں عورت اور چھوٹے بچوں کی خصوصی رعایت کی گئی ہے، افسوس کہ ہمارے سماج میں ایک تو طلاق کے بے جا واقعات پیش آتے ہیں، اور اگر طلاق کا واقعہ پیش آ ہی گیا تو طلاق کے بعد مطلّقہ عورت اور بچوں سے متعلق جن حضرات کی جو ذمہ داریاں ہیں، وہ ان کو ادا نہیں کرتے، اس کی وجہ سے بہت سے سماجی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی کوتاہ عملی کی وجہ سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے اور لوگوں کو شریعت اسلامی پر زبان کھولنے کا موقع ملتا ہے۔ اگر کسی عورت کو طلاق دی جائے تو عدت کا نفقہ تو واجب ہے ہی، (المحیط البرہانی:۵۵۳/۳) اور بہتر ہے کہ یکمشت کوئی رقم بھی دے دی جائے؛ تاکہ مستقبل کی زندگی کے لئے کوئی سہارا بن سکے، اس کو "متاع" کہتے ہیں، قرآن مجید نے متاع دینے کی ترغیب دی ہے: ﴿وللمطلقات متاع بالمعروف﴾ (البقرۃ:۲۴۱) اور متاع کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، یہ طلاق دینے والے مرد کی استطاعت اور اس کے ظرف کے اعتبار سے ہے کہ جس عورت کے ساتھ وہ زندگی گزار چکا ہے اور جس کو زندگی کی راہ میں اس نے تنہا چھوڑ کر بے وفائی کا ارتکاب کیا ہے، وہ اس کے ساتھ کیا حسن سلوک کر سکتا ہے؛ تاکہ اس کی اس حرکت کی کچھ تلافی ہو سکے؛ لیکن عدت کے خرچ اور متاع کے علاوہ بعض اور ذمہ داریاں ہیں، جو اکثر حالات میں طلاق دینے والے شخص پر عائد ہوتی ہے اور وہ دو ہیں: ایک یہ کہ اگر اس کے بچے بھی ہیں تو وہ ان کا مناسب نفقہ ادا کرے، جس سے اس کی خوراک، پوشاک، علاج، تعلیم اور رہائش کی ضرورت پوری ہو اور وہ جس سماج میں رہتا ہے، اس سماج کے معیار کے مطابق پوری ہو، اگر اس نے دوسرا نکاح کیا اور دوسری بیوی اور اس سے پیدا ہونے والے بچے اس کے ساتھ ہیں اور مطلّقہ بیوی سے پیدا ہونے والے بچے اپنی ماں کے ساتھ ہیں تو جس معیار کے مطابق اپنے ساتھ رہنے والے بچے کی پرورش کرتا ہے، ضروری ہے کہ اسی معیار کے مطابق اپنی سابقہ بیوی سے ہونے والے بچے کی بھی پرورش کرے، اگر اس نے ان دونوں بچوں کے درمیان مساوات اور برابری کا معاملہ نہیں کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی باز پرس ہوگی، اگر اپنی اولاد کے درمیان برابری کا برتاؤ نہیں کیا جائے، یا ایک بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں اور دوسری بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں کے درمیان برابری کا معاملہ نہ کرے تو رسول اللہ نے اس کو جور (ظلم) قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الھبات، حدیث نمبر:۱۶۲۳)

صاحب اولاد مطلّقہ عورت کا دوسرا حق یہ ہے کہ جب تک وہ عورت ان بچوں کی پرورش کرتی رہے، اس وقت تک اس عورت کو پرورش اور نگہداشت کے عمل کی اُجرت دی جائے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "اُجرت حضانت" کہتے ہیں، (البنایہ:۶۴۴/۵) یہ اُجرت اتنی ہونی چاہئے کہ عورت کے کھانے پینے کی، لباس وپوشاک کی اور علاج ومعالجہ کی ضرورت پوری ہو جائے اور یہ بھی واجب ہوگا کہ اس کے لئے مناسب رہائش کا انتظام کرے، (ردالمحتار:۵۶۱/۳) گویا جب تک عورت طلاق دینے والے سابق شوہر کے بچوں کی پرورش کر رہی ہے، نفقہ کے بقدر اس کی اُجرت ادا کرنا واجب ہے اور حق پرورش لڑکوں کے سات آٹھ سال تک اور لڑکیوں کے بالغ ہونے تک ماں کو حاصل ہوتا ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر ہے، (العنایۃ:۳۷۱/۴) امام مالکؒ کے نزدیک لڑکی اگر بالغ بھی ہو جائے تو جب تک اس کی شادی نہ ہو جائے، ماں پرورش کی حقدار ہے (البیان والتحصیل:۱۲۰/۵) اور موجودہ دور میں یہی رائے زیادہ قابل عمل ہے، جوان لڑکی کو تنہا باپ کی پرورش میں دے دینا یا ایسی جگہ رکھ دینا جہاں اس کے قریب العمر سوتیلے بھائی بھی رہتے ہوں، فتنہ سے خالی نہیں ہے، ماں جس طرح بیٹی کی عفت وعصمت اور عزت وآبرو کی نگہداشت کر سکتی ہے نہ باپ کر سکتا ہے اور نہ سوتیلی ماں سے اس کی امید کی جاسکتی ہے، اس طرح طلاق پانے والی عورت کو پانچ دس سال کی ایسی مہلت مل جاتی ہے جس میں اس کو اپنے گذران کا سہارا ہو جاتا ہے اور یہ ایسی مدت ہوتی ہے جس میں وہ اپنی زندگی کو ایڈجسٹ کر سکتی ہے۔ مطلّقہ عورت سے متعلق بڑی ذمہ داری اس کے باپ کی ہے، اگر طلاق دینے والا مرد موجود نہ ہو، یا عورت کو ضروریات زندگی حاصل نہیں ہو پا رہی ہو، خواہ اس لئے کہ کسی بچہ کی پرورش اس کے ذمہ نہیں ہے، کہ وہ اجرتِ پرورش کی مقدار ہو، یا اس لئے کہ مرد کو دینا چاہئے؛ لیکن اللہ سے بے خوفی اور اپنی ذمہ داری سے غفلت کی بنا پر وہ اپنا فریضہ ادا نہیں کرتا، ان تمام صورتوں میں باپ کی ذمہ داری ہے کہ بیٹی کا نفقہ ادا کرے، اس کے پیدا ہونے کے وقت جس طرح اس نے اس کا استقبال کیا تھا، اسی طرح خدانخواستہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہو کر واپس آتی ہے تو اس وقت بھی اس کا استقبال کرے اور اسے بوجھ نہ سمجھے؛ کیوں کہ وہ اسی کے دل کا ٹکڑا اور اسی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

نفقہ کے معاملہ میں شریعت نے بیٹی کو بیٹے پر مقدم رکھا ہے، بیٹا اگر بالغ ہو جائے تو باپ پر اس کے نفقہ کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی، (فتاویٰ قاضی خاں:۲۱۹/۱) اسی طرح اگر بیٹا کسب معاش پر قادر ہے تو باپ اسے مجبور کر سکتا ہے کہ وہ خود محنت کرے اور اپنی روزی روٹی کے مسائل کو حل کرے؛ لیکن اگر لڑکی بالغ ہو جائے تو جب تک اس کی شادی نہ ہو جائے، باپ پر اس کا نفقہ واجب ہے، (فتح القدیر:۴۱۰/۴) اور اگر وہ کسبِ معاش پر قادر ہو تب بھی باپ اسے اس پر مجبور نہیں کر سکتا، (فتح القدیر:۴۱۰/۴) اسی طرح اگر بیٹی بیوہ ہو جائے یا اسے طلاق دے دی جائے اور اس کے پاس اتنی دولت نہیں ہو کہ وہ خود اپنی ضروریات پوری کر سکے تو پھر والد پر اس کے نفقہ کی ذمہ داری لوٹ آئے گی اور اس پر بیٹی کے اخراجات پورے کرنا ضروری ہوگا، (فتح القدیر:۴۱۰/۴) نیز باپ کا یہ نفقہ ادا کرنا بطور احسان کے نہیں ہے؛ بلکہ یہ اس کا شرعی فریضہ ہے؛ اس لئے اس کے دوسرے بیٹے اور بیٹیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ کو اپنی بہن پر خرچ کرنے سے روک دے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جیسے دوسرے لوگوں پر خرچ کرنا باعث اجر وثواب ہے، اسی طرح اپنی اولاد پر خرچ کرنے میں بھی ثواب ہے؛ چنانچہ حضرت ابن مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے بال بچوں پر اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے تو اس میں بھی صدقہ کا ثواب ہوتا ہے: "اذا انفق المسلم نفقة علی اهله وهو يحتسبها كانت له صدقة" (صحیح البخاری، باب فصل النفقہ علی الاھل، حدیث نمبر:۵۳۵۱) اور خاص کر بیوہ عورت کی خدمت واعانت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیوہ عورت کی خدمت کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح، یا اس شخص کی طرح ہے، جو رات بھر نماز پڑھتا ہو اور دن میں روزہ رکھتا ہو: "... كالمجاهد فی سبيل الله و كالقائم الليل، الصائم النهار" (صحیح البخاری، حدیث نمبر:۶۰۰۶) ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا، جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم یا بیوہ کی کفالت کرنے والے کو بھی شمار کیا: "من كلف يتيماً او ارملة اظله الله فی ظله وادخله جنته". (المعجم الاوسط: حدیث نمبر:9292) نیز حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب بالکل آخر آخر میں تین باتوں کی نصیحت فرمائی: نماز کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، غلاموں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، دو کمزور لوگوں (بیوہ عورت اور یتیم بچہ) کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، (شعب الایمان:۴۰۴/۳۱) جو حکم بیوہ کا ہے وہی حکم بہ درجۂ اولیٰ اس مطلقہ عورت کا ہے، جس کا کوئی سہارا نہیں؛ کیوں کہ بیوہ کو لوگ رحم کا مستحق سمجھتے ہیں اور مطلقہ کے بارے میں عام طور پر یہ سوچ ہوتی ہے کہ اس کو اس کی بدزبانی و بداخلاقی کی وجہ سے طلاق دی گئی ہوگی؛ اس لئے رحم کا جذبہ کم ہوتا ہے، اور اس کی مجبوری اور بڑھی ہوئی ہوتی ہے؛ حالاں کہ طلاق کے اکثر واقعات میں مرد کی زیادتی ہوتی ہے نہ کہ عورت کی؛ اس لئے وہ زیادہ رحم کی مستحق ہے، پس جو اجر کسی بیوہ کی پرورش میں ہے، مطلقہ کی پرورش میں بدرجہ اولی ہوگا اور اگر وہ مطلقہ بیٹی یا بہن وغیرہ ہو تو اس میں اجر اور بھی بڑھ جائے گا؛ کیوں کہ یہ ایک بے کس اور ضرورت مند کی مدد بھی ہے اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ بھی، اگر مطلقہ کے پاس خود اپنے نفقہ کا سامان نہ ہو، اور والد بھی نہ ہوں تو پھر ان کے نفقہ کی ذمہ داری دوسرے محرم رشتہ داروں سے متعلق ہو جاتی ہے: نفقة الإخوة والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات واجبة بشرط العجز مع قيام الحاجة. (عمدۃ القاری:۱۳/۱۲)

(بقیہ، صفحہ: 6 پر)